سلسلۂ مطبوعات ادارۂ ادبیاتِ اُردو نمبر (۳۲۰)

مہکتے ویرانے

بانو طاہرہ سعید

اشاعتِ اوّل : ۹ر نومبر ۱۹۷۸ء

کتابت : محمد عارف الدین

سرورق : غوث محمد

طباعت : نیشنل فائن پرنٹنگ پریس، حیدرآباد۔

قیمت : (۱۲) بارہ روپے

(ناشر)

ادارۂ ادبیاتِ اُردو" ایوانِ اُردو"

پنجہ گٹہ روڈ، حیدرآباد (۵۰۰۰۰۴)

ملنے کے پتے :

- ★ بانو طاہرہ سعید "گرین ویو" شانتی نگر، حیدرآباد، ۵۰۰۰۲۸
- ■ اُردو اکیڈمی بک ڈپو" اے، سی گارڈنز، حیدرآباد، ۵۰۰۰۰۴
- ● نیشنل بک ڈپو، چارکمان، حیدرآباد، ۵۰۰۰۰۲
- ▲ شالیمار پبلی کیشنز (برانچ) ترپ بازار، حیدرآباد، ۵۰۰۰۰۱

ایک

عجیب آدمی

کے

نام

نظمیں

تعارف

محترمہ بانو طاہرہ سعید حیدرآباد کی ادبی اور ثقافتی زندگی میں
ں سے ایک نمایاں مقام رکھتی ہیں، اور محتاج تعارف نہیں ہیں۔ لیکن چونکہ
ر نظموں، غزلوں اور قطعات کا یہ مجموعہ "مہکتے ویرانے" ادارۂ ادبیاتِ اردو
جانب سے شائع ہو رہا ہے، اس لئے میں اس تعارف کو لکھنے پر مجبور ہوں۔
بانو طاہرہ سعید تاج محل کے خوبصورت شہر آگرہ میں پیدا ہوئیں۔
انی نسل اور دانشوروں کے خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کے والد بزرگوار
روفیسر ایس، اے، اے معصومی) ایک غیر معمولی شخصیت والے آدمی تھے
ر بانو طاہرہ سعید کی زندگی کے ابتدائی دَور میں ان کے کردار اور صلاحیتوں کی
شکیل میں ان کا بڑا حصہ رہا ہے۔ بانو طاہرہ سعید کی تعلیم لکھنؤ میں ہوئی، جو
ندوستانی ملی جلی تہذیب کے مرکز کی حیثیت سے مشہور ہے۔ لکھنؤ یونیورسٹی

سے بی، اے کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد اپنے والدین کے ساتھ تہران چلی گئیں۔ ایران میں انھوں نے ادب اور جرنلزم کا مطالعہ جاری رکھا۔ ریڈیو تہران سے وابستہ رہیں اور اپنی تخلیقات بھی نشر کرتی رہیں اور بین الاقوامی شہرت حاصل کی۔ ایران میں وہ مختلف ثقافتی اداروں سے وابستہ رہیں اور مقامی اور بیرونی پریس میں ان کا کلام اور مضامین چھپتے رہے۔ دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر ان کی شادی حیدرآباد کے میجر جی، ایم سعید سے ہوئی اور وہ ہندوستان واپس آگئیں۔ سعید صاحب ہندوستانی فوج کے بریگیڈیر جنرل کے عہدے پر وظیفۂ حسن خدمت پر سبک دوش ہوئے اور اپنی غیر معمولی کارکردگی کی وجہ سے مختلف اعلیٰ سیول عہدوں پر فائز رہے۔

ان دونوں کی نہایت منفرد اور ہر دلعزیز شخصیتیں، ہر محفل میں جان ڈال دیتی ہیں۔

بانو طاہرہ سعید آجکل ایک نرسری اور کنڈرگارٹن اسکول چلاتی ہیں۔ ریڈیو کے پروگراموں میں حصہ لیتی ہیں۔ مختلف اردو، فارسی اور انگریزی ادبی اداروں سے وابستہ ہیں۔ بزم سعدی کی بانی اور رکن ہیں۔ محفل خواتین کی معتمد عمومی ہیں۔ قرأت فیڈریشن آف انڈیا۔ فائن آرٹس انٹرنیشنل، اردو اکاڈمی آندھرا پردیش، ورلڈ پوئٹری سوسائٹی، انٹرکانٹی نینٹل۔ انڈوسوویت کلچرل سنٹر، اور خواتین کی صنعتی انجمن امداد باہمی سے مختلف حیثیتوں میں

وابستہ ہیں۔

یہ تیرا عدد کتابوں کی مصنف ہیں۔ چھ کتابیں اردو شاعری میں (برگِ سبز، ہدیۂ طاہرہ، گلِ خونچگان، آشیاں ہمارا، نگینے) دو عدد اردو افسانوں کے مجموعے، دو فارسی کتابیں ایک نظم اور دوسری نثر میں۔ دو انگریزی نظموں کے مجموعے۔ "The pale rose اور Beneath The Bough" بچوں کے ادب کا ایک طویل اردو افسانہ "سات دوست" اور امریکی شاعر البرٹ مالین کی نظموں کا اردو ترجمہ مثبت ومنفی (اور محترمہ بلقیس علاء الدین کی کتاب شنکر کا اردو ترجمہ) یا تو چھپ چکے ہیں یا زیرِ طبع ہیں۔ بعض نعتیہ نظموں کا تلگو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ ان کی بعض انگریزی نظمیں، ہندوستان، ممالک متحدہ امریکہ اور کامن ویلتھ ممالک کے پوسٹ گریجویٹ کورس کی An Th r l o gy کے لیے منتخب کی گئی ہیں۔ ان کی ادبی خدمات کے سلسلے میں بہت سے ایوارڈ اور اعزازی سندیں انھیں مل چکی ہیں۔ جن میں قابلِ ذکر ساہتیہ اکاڈمی اور وزارتِ ثقافتی اُمور آندھرا پردیش کے ایوارڈ بھی شامل ہیں۔

بانو طاہرہ سعید ایشیا اور یورپ کے بہت سے ممالک کا سفر کر چکی ہیں۔ اور ان کی پسندیدہ مصروفیتوں میں مطالعہ، باغبانی، مکانات کی آرائش اور زیوروں کی ڈیزائننگ رہی ہیں۔

جذبۂ خدمتِ انسانی ، مذاہب کا تقابلی مطالعہ اور ان کے ذریعے وحدتِ ادیان کی کھوج ۔ امنِ عالم اور سماجی انصاف کی کوشش اور خصوصاً خواتین کی بھلائی کے کام ان کی زندگی کا مقصد رہے ہیں ۔ اور وہ بے تکان کسی نہ کسی کام میں مصروف رہتی ہیں ۔

مجھے بے انتہا مسرت ہے کہ اُن کا یہ مجموعہ "مہکتے ویرانے" ادارۂ ادبیاتِ اردو کی جانب سے شائع ہو رہا ہے ۔ مجھے یقین ہے کہ ان کی دوسری تصنیفات کی طرح یہ بھی نہایت مقبول ہوگا ۔

ہاشم علی اختر

معتمد اعزازی ادارۂ ادبیاتِ اُردو

۵ ر اکتوبر ۱۹۷۸ء

نظریہ

بانو طاہرہ سعید اردو، فارسی اور انگریزی کی ایک خوش فکر اور خوش گو شاعرہ ہیں۔ ان تینوں زبانوں میں ان کے کمالِ فن کا اعتراف ملک کے علمی اور ادبی حلقوں میں متعدد بار ہو چکا ہے۔

میرے نزدیک اردو شاعر کے لئے فارسی زبان و ادب کا ذوق بہت ضروری ہے ہمارے اردو کے جو شاعر یا شاعرات فارسی زبان سے بے بہرہ ہیں ان کی شاعری بحیثیتِ مجموعی بے کیف اور بے رس ہے اور جن شعرأ یا شاعرات کی ترتیب میں فارسی زبان وادب کا دخل ہے اُن کی شاعری بڑی حد تک لطافت اور شیرینی کی حامل ہے۔

بانو طاہرہ سعید کا شمار ملک کے انہی اردو سخن وروں میں ہوتا ہے، جن کی شاعری [illegible]وشیت اور شیرینی کی حامل ہے اور انھیں اردو کے دوسرے فارسی وان شعرأ پہ جو فوقیت حاصل ہے وہ یہ ہے کہ ان کی مادری زبان فارسی ہے اور اردو کے ماحول میں ان کی تربیت ہوئی۔ گویا کسی بھی اردو شاعر کو دلکش اندازِ بیان کا زیادہ سے زیادہ جو حصہ مل سکتا ہے وہ انھیں حاصل ہے اور " ایں سعادت بزورِ بازو نیست "۔!

طاہرہ سعید کو نظم اور غزل دونوں پر قدرت ہے اور نظم کی تمام اصناف کو وہ جس خوب صورتی سے برتتی ہیں وہ ان کے کمالِ فن کی دلیل ہے۔

طاہرہ سعید کا کلام اس وقت تک ملک کے بلند پایہ جرائد کے صفحات کی زینت بنتا رہا ہے۔ مقامِ مسرت ہے کہ اب یہ مختلف رسائل و اخبارات میں بکھرا ہوا کلام ایک کتابی صورت میں ہمارے سامنے آ رہا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ یہ مجموعۂ کلام "مہکتے ویرانے" جسے دیکھنے کا ہم سب کو اشتیاق ہے، اردو کے شعری ادب میں ایک گراں قدر اضافہ کرے گا۔

جگن ناتھ آزاد

سری نگر (کشمیر)
۲۳ر نومبر ۱۹۷۶ء

مہکتے ویرانے

کیوں بُلا بھیجا ہے پھولوں نے گلستانوں سے
بس گیا جو وہ پلٹتا نہیں ویرانوں سے

(بانو طاہرہ سعید)

"مہکتے ویرانے" بانو طاہرہ سعید کا تازہ مجموعۂ کلام ہے۔

طاہرہ حیدرآباد کی ایک مانوس اور محبوب شاعرہ ہیں۔ آپ اردو کے علاوہ فارسی اور انگریزی میں بھی طبع آزمائی کرتی ہیں۔ آپ کے چار مجموعے تو میری ہی نظروں سے گزر چکے ہیں۔ ۱۹۶۲ء میں "برگِ سبز" شائع ہوا تھا۔ ۱۹۷۳ء میں ایک مجموعہ قومی نظموں کا "آشیاں ہمارا" کے نام سے چھپا تھا۔ ۱۹۷۴ء میں "گلِ خونچکاں" شائع ہوا جو شہیدِ کربلا حضرت امام حسین کی خدمت میں شاعرہ کا نذرانۂ عقیدت ہے۔ ۱۹۷۵ء میں آپ کے کچھ انگریزی کلام کا ایک مختصر مجموعہ "ڈالی کے نیچے" Beneath The Bough شائع ہوا تھا۔

طاہرہ ایرانی نژاد ہیں۔ آگرہ میں برج کے غنائی ماحول میں پیدا ہوئیں۔ لکھنؤ میں اودھی کے آغوش میں تعلیم حاصل کی اور لگتا ہے کہ "کرشن کنہیا" کی مُرلی کی دھن اور "سیتا" کی پاکیزگی کے ارتسامات .... ان کی روح و ذہن پر اسی زمانے کی دین ہیں۔

"برگِ سبز" کی نظمیں۔ "اردو زباں" "بکھرے سپنے" "مہتاب میں ڈوبا صحرا" "اندھیرا" "پدمنی" اور "سیتا" کے کئی اشعار ابھی تک آپ کے ذہن میں محفوظ ہوں گے۔

اس میں رادھا کے پائل کی جھنکار ہے
زلفِ زیب النسا کی بھی مہکار ہے
اس میں جھانسی کی رانی کی للکار ہے
ساز و نغمے کے ہمراہ تلوار ہے
اس کے دامن میں ہیں کتنی رنگینیاں
میری اُردو زبان فخرِ ہندوستاں

(اردو زبان)

نظمیں، غزلیں، آہیں، نغمے
خونِ جگر کچھ دل کے ٹکڑے
بھولی بسری بیتی باتیں
غم کی انوکھی سی سوغاتیں
یہ میرے بکھرے سپنے ہیں۔

(بکھرے سپنے)

یاد کیوں آتی ہے ایسے میں غمِ دوراں کی
تلخیٔ زیست کی خونِ دلِ پُر ارماں کی

(مہتاب میں ڈوبا صحرا)

٭

رات ہی رات ہے راتوں کا مگر حسن نہیں
کوئی تارا نہیں جگنو نہیں مہتاب نہیں

٭

ڈوب جاتے ہیں سفینے جہاں اُمیدوں کے
کتنا گمبھیر گھٹا ٹوپ اندھیرا ہے یہاں

(اندھیرا)

٭

یا پھر علاء الدین خلجی پر یہ بھرپور وار ؎

پیار کا اس کو بہانہ تھا مگر پیار نہ تھا
حسن کا صرف وہ بھوکا تھا پرستار نہ تھا

(پدمنی۔ چتوڑ کی رانی)

٭

جنّت کی حور تھی کہ کرن آفتاب کی
دنیا تھی نور و رنگ و جمال و شباب کی

(سیتا)

٭

یا غزلوں کے یہ شعر ؎

یہی کائنات میری ہے یہی میرا سہارا
مجھے زندگی سے بڑھ کر غمِ زندگی ہے پیارا

٭

مجھے اپنے تڑپنے کا ذرا بھی غم نہیں لیکن
کہیں ان کا بھی دل میرے لئے تڑپا تو کیا ہوگا

ؒ

جلائیں خود ہی شمعیں میں نے اور خود ہی بجھا ڈالیں
کبھی کہیں جب یاد مجھ کو میرا خوابِ ناتمام آیا

ؒ

وہ قاتل ہیں ظالم ہیں اور بے وفا
مگر ان سے بدلہ لیا جائے نا

ؒ

جو ہوتا غم سے دل خالی تو پھر وہ دل کہاں ہوتا
غضب ہوتا جو کیفِ غم نصیبِ دشمناں ہوتا

ؒ

سونی پڑی ہے منزلِ دیوانگیٔ عشق
کیا ہو گیا کہ کوئی سرِ دار بھی نہیں

ؒ

کیا جانیئے اس راہ سے کب ان کا گذر ہو
مدّت سے مگر راہ گذر دیکھ رہے ہیں

ؒ

میرے ہونٹوں پر تبسم دیکھ کر
کیوں سمجھتے ہو کہ دل میں غم نہیں

زندگی نے نہ بخشی کبھی زندگی
موت بھی ہم سے آنکھیں چُراتی رہی

؎

جس کو کہتے ہیں ہم بہار و خزاں
وہ تو ہے جیت ہار پھولوں کی

؎

"آشیاں ہمارا" کی نظم "یوم آزادی" میں یہ ملے گا۔
کون کہتا ہے ہوگئی تکمیل
جنگِ آزادی اب بھی جاری ہے

یہ تلاطم یہ بھوک یہ افلاس
اپنے کندھوں پہ بوجھ بھاری ہے

؎

یا پھر سپاہی کی بیوی پر گزرنے والی کیفیت جو ان کا اپنا غم ہے۔ ؎
محاذ پر تم گئے ہو جب سے میں وہ نہیں ہوں جو تھی ہمیشہ
ہوں بکھری بکھری سی شیرنی اک بدل چکا ہے تمام نقشہ

؎

محاذ سے فتح پا کر آؤ یہی دُعا ہے یہی لگن ہے
غموں میں گرچہ گھری ہوئی ہے تمہاری دلہن مگر مگن ہے

؎

"گلِ خونچکاں" کے یہ شعر ؎

شکستِ فاش اندھیرے کو دی اُجالے نے
یزید مر چکا، لیکن حسین زندہ ہے
مگر وہ تا دمِ آخر لڑا اندھیروں سے
چراغِ زیست نے بجھ کر بھی نور پھیلایا

*

طاہرہ نے حیدر آباد کی ادبی محفلوں پر اپنے اس کلام سے سکہ جما ہی لیا ہے۔ اور یوں بھی سطحِ مرتفعِ دکن کا یہ خوبصورت شہر ہمیشہ ہی سے عورتوں کے لئے ساز گار و خوشگوار ماحول پیش کرتا رہا ہے۔ بھاگ متی ہی کی محبت نے اسے "فرخندہ بنیاد" کا لقب عطا کیا۔ اردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر "قلی قطب شاہ" بھی یہیں کا تھا تو اس زمانے کی پہلی اور دوسری صاحب دیوان شاعرہ لطف النساء امتیاز اور مہ لقا بائی چندا کے نغمے بھی یہیں گونجتے ہیں۔

اور آج بھی کئی خواتین شعر و نغمہ کی محفلوں کی روشنی بنی ہوئی ہیں۔

طاہرہ، آگرہ، لکھنؤ، طہران۔ نہ جانے کہاں کہاں سے گھوم پھر کر آخر کو حیدر آباد کی ہو رہیں۔ یہیں پر ان کو سسرال میں میکے کا لطف حاصل ہے۔ یہیں ان کو شعر کا ماحول بھی ملا اور ان جیسے دوسرے شعلہ نواؤں کی محفل بھی۔ "تہکتے ویرانے" طاہرہ کی تازہ پیشکش ہے۔ اس میں بھی نظمیں ہیں، سانیٹ ہیں۔ قطعات ہیں۔ غزلیں ہیں، نظموں میں آپ کو یہ کچھ ملے گا۔

قرب نے اور بھی دوری کا دلایا احساس
کس قدر دُور ہوں میں گرچہ ہوں سرحد کے قریب

(سرحد کے قریب)

دل ہے اپنا اُجڑی بستی
ظلمت میں ڈوبی ہے ہستی

پھول میں رنگ نہ مئے میں مستی
پریم ہے مہنگا نفرت سستی

اندھیاروں میں دیپ جلا جا

(کرشن کنھیّا)

پہلی خاتون خلائی مسافر ویلنٹینا سے شاعرہ یوں سرگوشیاں کرتی ہے ۔۔

ویلنٹینا بتا ہم کو بھی کیا کیا دیکھ آئی ہے
بشر کے واسطے مژدہ بھی کوئی ساتھ لائی ہے

ستاروں نے دیا بھی ہے کوئی پیغام تابندہ
کبھی سورج نے تحفہ کوئی بھیجا ہے درخشندہ

فلک نے کیا سنایا ہے فسانہ بختِ انساں کا
قمر نے کوئی ڈھونڈھا ہے مداوا رنجِ دوراں کا

خلا سے کیا نظر آیا تجھے انساں کا مستقبل
کوئی کشتی کوئی ساحل کوئی جادہ کوئی منزل

پتہ کچھ مل سکا کب تک سویرا ہونے والا ہے
کبھی دنیا سے رخصت بھی اندھیرا ہونے والا ہے

(ویلنٹینا)

کسی سورج کی ترکیب پر غور کیجیے، کائنات کی وسعت اور نظام ہائے شمس
تعداد کی طرف کس قدر بلیغ اشارہ ہے۔ نظم "چاند" میں کہا ہے ۔

کتنا خاموش کتنا ویراں ہے۔

غمِ دوراں نہ کچھ غمِ جاناں
چاند کے دل میں کوئی درد نہیں

اپنی دنیا ہی اپنی مونس ہے
طاہرہ کیوں قمر پہ جاؤں میں

(چاند)

فلسطینی خاتون مجاہدہ، لیلیٰ خالد، پر کہی گئی نظم کے تیور دیکھئے ؎

جیالی، سربکف، جھانسی کی رانی پھر ہوئی زندہ
بہت مدّت کی اک بھولی کہانی پھر ہوئی زندہ

٭

الجیریا، مشرقِ وسطیٰ کی جنگ آزادی پر نظمیں ملیں گی، اس مجموعہ کے "قطعات" میں یہ قطعہ بھی ہے ؎

آئینہ دیکھ کر ہنسی آئی
ایک صورت نظر نئی آئی
کتنے افسانے کتنے ویرانے
سامنے بیتی زندگی آئی

٭

نظم "تہمت" کا یہ شعر سنئے ؎

مجھ پہ تہمت ہے "محبت" کی تری
میں نے کب تجھ سے محبت کی تھی

شدّت محبّت کے اظہار کا کیسا لطیف پیرایہ ہے۔ جبنّت کا یہ شعر کس قدر حسب حال ہے۔ لگتا ہے ہمارا اپنا تجربہ ہے ؎

میں جہنم سے خوب واقف ہوں
عمر ہی گزری آس پاس اس کے

٭

"مہکتے ویرانے" میں کئی غزلیں بھی شامل ہیں۔ غزل کے یہ اشعار آپ کو چونکا دیں گے ؎

غم سے سوزِ حیات باقی ہے
رونقِ کائنات باقی ہے
شب غم کی سحر نہ ہو جائے
چند تارے ہیں رات باقی ہے

٭

وہ رہ گزر کہ جہاں سے کبھی وہ گزرے تھے
وہیں پہ طاہرہ پھر ان کا انتظار کریں!

٭

نوحہ خواں خاک بسر تشنہ لباں ہیں کچھ لوگ
نغمہ زن رقص کناں بادہ کشاں ہیں کچھ لوگ

٭

آپ اور پوچھتے ہیں میرا مزاج
کیوں مجھے شرمسار کرتے ہیں

"برگِ سبز" سے "مہکتے ویرانے" تک طاہرہ نے لمبا سفر طے کیا ہے ؎

کیا جانیے اس راہ سے کب ان کا گزر ہو
مدّت سے مگر راہ گزر دیکھ رہے ہیں

یہ "برگِ سبز" کا زمانہ تھا اور اب شاعرہ کہتی ہے ؎

"وہ رہگذر کہ جہاں سے کبھی وہ گذرے تھے"۔
وہیں پہ طاہرہ پھر اُن کا انتظار کریں

"آشیاں ہمارا" میں عرضِ حال یوں کیا تھا ؎

کون کہتا ہے ہوگئی تکمیل
جنگِ آزادی اب بھی جاری ہے
یہ تلاطم یہ بھوک یہ افلاس
اپنے کندھوں پہ بوجھ بھاری ہے

مگر "مہکتے ویرانے" تک آتے آتے، انداز بدل جاتے ہیں۔ ایک لطیف
طنز نے شعر کی لذت میں اضافہ کر دیا ؎

نوحہ خواں خاک بسر تشنہ لباں ہیں کچھ لوگ
نغمہ زن، رقص کناں، بادہ کشاں ہیں کچھ لوگ

آپ اور پوچھتے ہیں میرا مزاج
کیوں مجھے شرمسار کرتے ہیں

طاہرہ اپنے دل کی گہرائیوں میں ایک لطیف غم کی پرورش کر رہی ہیں۔
اس ناقابلِ تسخیر کائنات کا کوئی گہرا راز ہے۔ کوئی پہیلی یا شاعر کی کوئی تمنا ہے
جو خوابیدہ بھی ہے اور عدمِ تکمیل بھی۔ کوئی غم ہے جو شاعرہ کے اندر محوِ خواب ہے
کہیں دور سے کوئی موسیقی کی دھن کانوں میں پڑتی ہے تو اسے مہمیز ہوتی ہے اور وہ
جاگ اٹھتا ہے (ملاحظہ ہو شاعرہ کی انگریزی نظمیں "تم" "خوابیدہ غم" وغیرہ)

ان کے باغ میں یاسمین بھی ہیں اور ان کا محبوب چمپا بھی۔ وہ یاسمین سے
دامن بھرتی رہیں لیکن چمپا کو کسی نے اڑا لیا۔ انھیں اس چمپا کا "غم" ہے۔
(ملاحظہ ہو شاعرہ کی انگریزی نظم "چمپا کا پھول"۔)

شاعرہ کو ایک عجیب آدمی کی تلاش ہے، جو اس سے کہیں ایک بار ملا
ہے۔ اس کی قمیص سفید ہے۔ ایک بھورا کوٹ زیب تن کئے ہے۔ آنکھیں
شب رنگ ہیں۔ اور جو اپنے پیروں کے چھالوں پر ہنستا ہے۔!
(انگریزی نظم "عجیب آدمی" میں شاعرہ کو اس "عجیب آدمی" کی تلاش بھی ہے
اور انتظار بھی ہے

وہ رہ گزر کہ جہاں سے کبھی وہ گزرے تھے
وہیں پہ طاہرہ پھر ان کا انتظار کریں

●

ڈاکٹر راج بہادر گوڑ
نائب صدر "انجمن ترقی اردو، ہند۔"
(نئی دہلی)

۳۰ مئی ۱۹۷۶ء

تمہارا نام

یہ سچ ہے میں نے تمہیں خط نہیں لکھے لیکن
تصوّرات کی دُنیا میں گفتگو کی ہے
تمہیں بھلا نہیں پایا ہے میرا دل مطلق
تمہارے نام کی مالا جپی خیالوں میں
تمہارا نام زباں پر مری نہیں آیا۔
مگر یہ نام تمہارا تو میری دولت ہے
مری اُجاڑ بہاروں کا رنگ و نکہت ہے
تمام زیست کا میری یہی تو حاصل ہے
میں بیٹھے بیٹھے کبھی خود ہی چونک پڑتی ہوں
تمہارے نام کی آواز بازگشت کا ڈر
مرے حواس اُڑاتا ہے کانپ جاتی ہوں

کہیں نہ ایسا ہو میں بیخودی میں کھو جاؤں
مری زباں سے سن لے کوئی جو نام ترا
مزاجِ دردِ محبت پہ حرف آئے گا
مری نموشِ عبادت پہ حرف آئے گا
تمہارے نام کی عظمت پہ حرف آئے گا
کہیں نہ ایسا ہو میں بیخودی میں کھو جاؤں
تمہارا نام پکاروں نہ بے قراری میں
تمہارا نام فضاؤں میں گونج اٹھے نہ کہیں

خوشخبری

تو نے بھیجا ہے بُلاوا پھر سے
کتنی دلکش یہ خبر ہے اے دوست!
کیا یہ ممکن ہے ملے گا موقع
اس شکنجے سے نکلنے کا کبھی
پھر پرواز مجھے ہوگا نصیب
کس طرح مان لوں یہ خوشخبری
خوش نصیبی، یہ کہاں میرے نصیب
اس سے پہلے بھی تمنا کی تھی
اس سے پہلے بھی کئے لاکھ جتن
تیری محفل میں رسائی نہ ہوئی
تجھ سے ملنا نہیں اتنا آساں
میں تری دید کے قابل ہی نہیں
میری آنکھیں ہیں ترسنے کے لئے

دل مرا وقف ہے کڑھنے کے لئے
اس کا مطلب یہ نہیں ہے اے دوست
کہ شکایت ہے مجھے قدرت سے
یا کہ ناراض ہوں میں قسمت سے
میں نے ہر حال میں خوش رہنے کی کوشش کی ہے
"اُسے" معلوم ہے جو کچھ مجھے معلوم نہیں
میری محرومی و ناکامی نہیں بے مقصد
کچھ نہ کچھ اس کی "مشیّت" ہوگی
یہ تڑپ بھی تو "عطا" ہے اس کی
اس تڑپ ہی سے تو جینے کا مزہ آتا ہے
تجھ سے ملنے کی تڑپ ہے اے دوست
فاصلے، دُوریاں حائل ہی سہی
پھر بھی اُمید کا دامن تھامے
تیرے دیدار کی حسرت لے کر
جی رہی ہوں میں ابھی تک اے دوست

○

کیا ہو گا!

یہ بتاؤ کہ میرا کیا ہو گا ؟
تم سے ملنے کی ضرورت کیا تھی !
خود کشی کرنے کی حاجت کیا تھی !
زندگی یوں بھی نہ تھی قابلِ زیست
کونسی ایسی وہ تلخی تھی جو میں نے نہ سہی
پی لئے زہر کے پیالے بھی بنامِ مے ناب
میرے اطراف ہزاروں ہی گلِ رعنا تھے
پھر بھی کانٹوں سے تہی تھا مرا دامن نہ کبھی
کیا کمی تھی ابھی کچھ اور کمی ؟
تو نے آکر جسے پوری کر دی
آگ میں اور بھی ایندھن ڈالا
آنچ بھڑکا کے تبسم سے دیئے پھر چھینٹے

آگ تھی آگ، لپکتی گئی بڑھتی ہی گئی
دُور سے دیکھو، تماشہ دیکھو
شعلے خوش رنگ ہیں کتنے انھیں دیکھو دیکھو
رنگ ہے شعلوں میں کچھ آپ کی زیبائی کا
آپ کے چہرے کا اور پیرہنِ رنگیں کا
آپ کے رنگ میں جو چیز ہے وہ پیاری ہے
شعلے پیارے ہیں، مجھے جلنا بھی راس آیا ہے
تجھ سے ملنے کی ضرورت تھی مجھے
خودکشی کرنے کی حاجت تھی مجھے

O

مژدۂ دید

رات آئی ہے بڑی سج دھج سے
خوشبوئیں کتنے گلستانوں کی لے آئی ہے
سازو آہنگ میں ڈوبی ہوئی رات
اُن کے آنے کی خبر لائی ہے!!
کیا بتاؤں مری حالت کیا ہے
ان کی آمد کی خبر آئی ہے!!
میں نے کس درجہ انتظار کیا
کتنی شدّت سے ان سے پیار کیا
زندگی انتظار میں گزری
بس، یونہی، ہجرِ یار میں گزری
اور جب رات لائی یہ مُژدہ
حاصلِ انتظار آتا ہے!

دل لرزتا ہے آنکھیں جلتی ہیں
سانس بھی رک رہی ہے سینے میں
پانوں بھی لڑکھڑا رہے ہیں مرے
مجھ میں اتنی سکت نہیں باقی
جانِ فصلِ بہار کو دیکھوں
گوہرِ شاہوار کو دیکھوں
حاصلِ انتظار کو دیکھوں
مژدۂ دید، جان لیوا ہے!



ہم دونوں

یاد ہے کچھ کہاں تھے ہم دونوں
کیا عجب داستاں تھے ہم دونوں

مست و سرشار، رقص و موسیقی
سورگ کے درمیاں تھے ہم دونوں

چوٹیوں پر ہمالیہ کی کبھی،
برف و ابرِ رواں تھے ہم دونوں

کبھی گنگ و جمن کے دھارے تھے
کبھی برقِ تپاں تھے ہم دونوں

ہاتھ میں ہاتھ ڈالے نغمہ بلب
کبھی بادہ کشاں تھے ہم دونوں

حسن کے دونوں ہی پجاری تھے
عشق کے پاسباں تھے ہم دونوں

ایک دن دیوتاؤں کے گھر میں
یاد ہے میہماں تھے ہم دونوں

دیوتاؤں نے تم کو روک لیا
اور مجھے آسماں سے پھینک دیا
پھینکتے وقت تم نے اتنا کہا
ایک دن آؤں گا میں دنیا میں
ڈھونڈھتی رہنا، ڈھونڈھتی رہنا
کونے کونے میں ڈھونڈھنا مجھ کو
نہیں آساں مگر مرا پانا
ڈھونڈھنا مجھ کو لالۂ و گل میں
جستجو کرنا میری صحرا میں
ڈھونڈھنا مجھ کو زلفِ سنبل میں
کھوج تم میری کرنا خاروں میں
جب نظر آئے نرگس شہلا
یاد کر لینا تم میری آنکھیں
ڈھونڈنا رات کو ستاروں میں
دن میں رنج والم کے ماروں میں
ڈھونڈھنا اور ڈھونڈھتی جانا
غم تنہائی سے نہ گھبرانا
ڈھونڈھنا مجھ کو مسجدوں میں کبھی
جستجو کرنا بت کدوں میں کبھی

میرا وعدہ ہے میں ملوں گا ضرور
روپ میرا مگر جدا ہو گا!
مجھے پہچان کر نہ غش کھانا
شکوے کرنا نہ عہدِ فرقت کے
اجنبی بن کے میرے پاس آنا
تم سے رہنا ہے دُور دُور مجھے
پھر بھی شدت کی ہو گی نزدیکی!!
دیکھ کر تم کو جھوم جاؤں گا!
ایک خاموش گیت گاؤں گا!
من کے مندر میں مورتی رکھنا
میرا چرچا نہ کرنا لوگوں سے
تم مجھے پا کے شادماں رہنا
دشمنوں پر بھی مہرباں رہنا
یاد تڑپائے جب مری بے حد
میں جہاں بھی رہوں وہاں آنا
اور درشن سے شانتی پانا
"میرا وعدہ ہے میں ملوں گا ضرور"

○

تبدیلیاں

ایسا مشہور ہے کچھ مجھے ہو گیا ہے
میری بابت کئی داستانیں
ہیں زباں زد میرے دوستوں میں
کاناپھوسی میں مشغول ہیں چند دشمن
بات اتنی سی ہے صرف اتنی
مجھ میں تبدیلیاں آگئی ہیں
میرے اندر کا بے چین انساں
کچھ ذرا پُر سکوں ہو چلا ہے
دردِ دل میں کمی ہے نمایاں
اتنا کڑوا نہیں رنجِ دوراں
اب نہ شکوے مجھے دوستوں سے
دشمنوں سے نہیں کوئی رنجش

حوصلہ ہی نہیں محبتوں کا
لطف آتا ہے خاموشیوں میں
اپنے ہی آپ میں، مَیں، مگن ہوں!
مجھ پہ آسیب ہے اور نہ جادو
لوگ ہیں خود بخود کیوں پریشاں
ٹھیک ہے، کچھ مجھے ہو گیا ہے
جو ہُوا ہے وہ اچھا ہوا ہے
"شانتی" جس کو ڈھونڈھا تھا برسوں
مجھ کو اس کا پتہ مل گیا ہے

○

قید

اے غم گسار، تو نے بلایا تو ہے مگر
راہوں میں میری کتنے ہیں کانٹے خبر نہیں
کانٹے بچھے ہوئے ہیں مخالف ہوا بھی ہے
تو دے رکاوٹوں کے ہیں گھیرے ہوئے مجھے
ہر اک قدم پہ بیڑیاں لپٹی ہیں پانوں سے
پہرہ ہے پاسباں ہیں نگہباں ہیں چار سُو۔
میں پھر بھی مسکرا کے غزل خواں ہوں قید میں
کیا کچھ یہ کم ہے میری مسرت کے واسطے
تو نے کیا ہے یاد۔ بلایا ہے بزم میں
اے غم گسار، تیری قسم دل اداس ہے
مدت سے جی رہی ہوں مگر زندگی سے دُور
کوئی نہ غم گسار نہ ہمدم نہ دل نواز
ایسے بہت ہیں غم کی اُڑاتے ہیں جو ہنسی

ہاتھوں میں ہیں ہزار نمک داں لئے ہوئے
زخموں کا ان کے پاس ہے بس اک یہی علاج
اے غم گسار تیرے بلاوے کا شکریہ
تو نے کیا ہے یاد مجھے کس خلوص سے
لیکن یہ فاصلے یہ بھنور اور یہ "ہفت خواں"
کس طرح کوئی پار کرے تو ہی کچھ بتا
تھی آرزو بہت مجھے تجدیدِ دید کی
اے غم گسار تو نے مجھے یاد کیوں کیا
کنجِ قفس میں اور بھی گھٹتا ہے میرا دم
اس قیدِ جاں گسل سے نکلنا محال ہے
لیکن مجھے بھی ضد ہے کہ تجھ سے ملوں گی میں
میرے خیال و خواب ہیں آزاد قید میں
میں نے کیا ہے عزمِ ملاقات قید میں

○

اپنی تصویر سے

میری تصویر، اے مری تصویر
آج کیوں اجنبی سی لگتی ہے
لوگ کہتے ہیں کچھ مشابہت تھی
میری صورت کی تجھ میں ہے اب تک
کوئی دیکھے ستم ظریفی یہ !
میری تصویر بھی نہیں میری
سچ ہے کتنی بدل چکی ہوں میں
اور تو ہو بہو جو تھی وہ ہے
میری تصویر، میری پرچھائیں
تو ہے ماضی کا ایک نقشِ جمیل
کتنے خوابِ حسیں مچلتے ہیں

تیری آنکھوں میں تیرے ماتھے پر
تیرا ٹھیراؤ۔ رشک کے قابل
میں ہوں آئینۂ غمِ دوراں
ایسا سونا جو تپ رہا ہے ابھی
شمع جو جل رہی ہے محفل میں
میں ہوں تصویر سوز و سازِ حیات
میری تصویر، اے مری تصویر!!

○

سرگرداں

پھر تمہاری یاد آئی
بجلیاں سی پھر کوندیں
دل پہ چھا گئے بادل
آنکھ ڈبڈبا اٹھی
آنسوؤں کی برساتیں
یک بیک پلٹ آئیں !!
کیوں کسی کی یاد آئی ؟
میرے جی کو بہلانے
پھول بھی ہیں کلیاں بھی
پرسکوں فضائیں ہیں
آبِ سرد چشموں کا
کتنا میٹھا میٹھا ہے
کوہسار کا دامن
کان ہے زمرد کی

نیلگوں گگن کیا ہے
شامیانہ نیلم کا
مدھ بھری سی ہوائیں ہیں
چار سُو ہے زیبائی
میرے جی کو بہلانے
کُل جہاں ہے آمادہ
پھر بھی میں ہوں آزردہ
اک خیال آیا ہے
کاش تم یہاں ہوتے
اس حسین وادی میں
ہائے جان پڑ جاتی
زر بکھیرتا سورج
چاند سیم برساتا
کہکشاں دمک اُٹھتی
تارے مسکرا دیتے
رقص میں صبا آتی
اور عطر چھڑکاتی
کاش !
پھر تمہاری یاد آئی
زندگی ہے سرگرداں !!

سراب

آ، میری عمرِ گذشتہ کہیں پھر لوٹ چلیں
آ، کہ پھر لوٹ چلیں تلخ سے ماضی کی طرف
تلخ، ماضی، تھا مگر اتنا تو سفّاک نہ تھا

یہ میرا دردِ مسلسل یہ میرا موجودہ
مسکراہٹ کی نہیں جس میں ذرا گنجائش
شبِ تاریک کی بھی مانگ ہے تاروں سے بھری
میرے اطراف نہیں کوئی کرن کو سوں تک
حال جب یہ ہے بھلا خاک امیدِ فردا،
آ میری عمرِ گذشتہ کہیں پھر لوٹ چلیں
عہدِ ماضی کی طرف لوٹ چلیں، لوٹ چلیں
میرے ماضی کی جو تلخی تھی وہ ننھی تلخی سے
اس میں کچھ کیف بھی تھا سوز بھی تھا ساز بھی تھا

کتنے ارمان مرے وابستۂ مستقبل تھے
ریگ زاروں میں نظر آتے تھے پھولوں بھرے باغ
دل رہا کرتا تھا اک رنگ محل کے اندر
صندل و عُود کی لپٹوں سے معطّر تھا دماغ
کاوشِ زیست بھی اک شعر تھا اک نغمہ تھا
کتنے ارماں مرے وابستۂ مستقبل تھے
آیا، مستقبلِ شیریں جو حقیقت بن کر
اک دھماکہ سا ہوا، ہل گئی بنیادِ حیات
نہ کہیں رنگ محل تھا نہ کہیں نکہتِ گل!
سچ تو یہ ہے کہ جو دیکھا تھا وہ تھا محض سراب
آ، مری عمرِ گذشتہ کہیں پھر لوٹ چلیں

ٹرنک کال

ٹرنک کال کا مت پوچھ ماجرا اے دوست
یہ وہ طلسم ہے جس کا کوئی جواب نہیں
زمینی فاصلے لمحوں میں دور ہوتے ہیں
کسی کی رس بھری آواز دل لبھاتی ہے
بڑے خلوص سے کہتا ہے کوئی "اچھی ہو؟
سناؤ تازہ خبر کیا ہے، خیریت تو ہے
ارے، تمہاری یہ آواز بدلی بدلی کیوں
مزاج کیسا ہے، پھر ہو گیا تمہیں نزلہ!
گئی ہو جب سے بڑا چھا گیا ہے سناٹا
بہت سے لوگ تمہیں یاد کر رہے ہیں یہاں
تم آئیں یا کہ نسیم بہار کا جھونکا
مگر قیام، بہت مختصر تمہارا تھا
عزیز من، لکھو خط، خوش رہو، خدا حافظ"
ٹرنک کال کا مت پوچھ ماجرا اے دوست

صدائے زنگ پہ دل کس قدر اچھلتا ہے!
تمام دوریاں بنتی ہیں ایک نزدیکی!
کسی کی گو نجتی آواز جب ہے کانوں میں
بڑے تپاک سے کوئی پکارتا ہے مجھے
دبی زبان سے کہتا ہے، کام ہے بیحد
مگر یہ کام نہیں فرضِ زندگی ہے میرا
یہ فرض وہ ہے جو تم سے بھی بڑھ کے پیارا ہے
تمہیں خبر ہے وطن نے مجھے پکارا ہے
عزیز من مجھے تعطیل کا خیال نہیں
محاذِ جنگ سے آیا ہوں سچ کہا تم نے
مجھے بھی حاجت آرام ہے میں مانتا ہوں
مگر بھلا مجھے راحت کہاں سکون کہاں
ہجوم فکر ہے میں ہوں مرے فرائض ہیں
خدا نے چاہا تو دو چار روز ہی کے لیے
میں عنقریب بہت عنقریب آؤں گا
عزیز من رہو خوش میرا انتظار کرو
ٹرنک کال کا مت پوچھ ماجرا اے دوست
تسلیاں مجھے کس درجہ اس سے ملتی ہیں!

*

چاند

کتنا خاموش کیسا ویراں ہے
چاند کے دل میں کوئی درد نہیں !
اہلِ دنیا کی محفلِ غم میں
چاند کا تذکرہ ہے صدیوں سے
چاند سے عشق چاند سے باتیں
شاعروں کا پُرانا شیوہ ہے
دنیا والے سمجھ رہے تھے یہی
چاند پر جا کے ڈھونڈ لیں گے ، سکوں
کرّۂ ارض سے پرے شاید
کوئی بستی ہے نازنینوں کی

آج معلوم ہو گیا لیکن
ہے قمر سرد مہر۔ اور ویراں
گرچہ سینے میں ہیں شگاف کئی
زخم یا داغ یہ نہیں ہرگز
غمِ دوراں نہ کچھ غمِ جاناں
چاند کے دل میں کوئی درد نہیں
اپنی "دنیا" ہی اپنی مونس ہے
طاہرہ! کیوں قمر پہ جاؤں میں؟

○

پھولوں کے درمیان

سال بھر کے بعد پھر آئے ہیں ملنے مجھ سے پھول
"نیلے نیلے، پیلے پیلے۔ اُودے اُودے پیرہن"
دل میں دھڑکن، آنکھ میں آنسو، لبوں پر زمزمہ
کیا کروں روکے سے بھی رُکتی نہیں آشفتگی!
پرزے پرزے ہو رہی ہے پھر مری سنجیدگی!
چاک داماں کیوں نہ ہو جاؤں کہ اب ضبط و قرار
مجھ پہ کچھ سجتا نہیں، شوریدہ سر، شوریدہ یاد!
یہ ہوائیں یہ فضائیں۔ رنگ و نکہت، الاماں
رنگ بھی کیا رنگ ہیں، قوسِ قزح ٹھیری ہوئی!!
کیف میں ڈوبا ہوا ہے ذرّہ ذرّہ دہر کا

زندگی کی تلخیاں سب بن گئیں رنگینیاں
زخمِ دل، حرماں نصیبی، حسرتیں، ناکامیاں
اُلجھنیں، آہیں، غمِ دوراں کے کتنے سارے روپ
یوں نظر آتے ہیں جیسے اُڑ رہی ہوں تتلیاں
سحرِ رنگ و بُو نے پھر سے کر دیا زندہ مجھے
آرزو یہ ہے کہ میں زندہ رہوں کچھ دیر اور
سال بھر کے بعد پھر آئے ہیں ملنے مجھ سے پھول

○

اجنبی لڑکی

(جسے میں نے اپنا لیا ھے)

ایک اجنبی لڑکی میری دوست ہے لوگو
انتظار کرتی ہے مجھ سے ملنے جلنے کا
مسکراتی جاتی ہے دیکھ کر مجھے ۔ گویا
رازداں ہوں میں اس کی
قدرداں ہوں میں اس کی
خوردسال لڑکی ہے گامزن تنِ تنہا
زندگی کے صحرا میں
اس کا کون ساتھی ہے اس کا کون اپنا ہے ؟
یوں تو "ہاسٹل" میں وہ
سب کے ساتھ رہتی ہے

پھر بھی دُور ہے سب سے
کھوئی کھوئی اور حیراں
مجھ سے دوستی کی ہے، مجھ سے ہے کشش اس کو
میں بھی اس سے ملنے کا انتظار کرتی ہوں
دل ہی دل میں لڑکی سے میں بھی پیار کرتی ہوں
ہم نوا ہیں ہم دونوں، اجنبی نہیں کوئی
ایک دوسرے کو ہم ہر طرح سمجھتے ہیں
کس جنم کے ساتھی ہیں یہ نہیں ہوا معلوم!

○

وہ آئے

ایک خواب دیکھا تھا
شام تھی دیوالی کی
سال کی مبارک شام
لوگ باگ آئے تھے
"اُن" کی دید کی خاطر
گھر میں خوب تھی رونق
مرد، عورتیں، بچّے
مسکراتے زیر لب
مجھ سے پوچھتے تھے سب
"کیا وہ آنے والے ہیں؟
سچّ۔ وہ آ رہے ہیں کیا؟
کب وہ آئیں گے۔ بولو۔"
میں جواب کیا دیتی
میں تو کھوئی کھوئی تھی

صرف کہہ سکی اتنا
ہاں۔ وہ آج آئیں گے
انتظار ہے ان کا
وہ ضرور آئیں گے۔!"
یوں تو تھا یقیں مجھ کو
ان کا وعدہ سچّا ہے
پھر بھی بے یقینی تھی
کس طرح یقیں آتا
میرے گھر وہ آئیں گے
یک بیک مچی ہلچل
لو۔ سواری آ پہنچی
سچ۔ وہ میرے گھر آئے
ہاں۔ وہ میرے گھر آئے
شام تھی دیوالی کی
جب کہ آتی ہے لچھمی
گھر مرے کرشن آئے
غم کدہ میں چاند آیا
رونق بہار آئی۔

میرے دل کی بستی میں
بج رہی تھی شہنائی
سچ وہ میرے گھر آئے !
ان کو لوگ گھیرے تھے
چاند تھا ستاروں میں
میں تو کھوئی کھوئی تھی
بات بھی نہ کر پائی
بات بھی میں کیا کرتی
ہوش ہی مجھے کب تھا
میں نشے میں تھی بالکل !
ہوش کب ٹھکانے تھے
یاد ہے مگر اتنا
زندگی ۔ مکمل تھی۔
تھوڑی دیر وہ ٹھہرے
تھوڑی دیر وہ بیٹھے
لوگ ان کو گھیرے تھے
پوچھتے تھے کیا کیا کچھ
میں تھی محوِ نظارہ

وہ مرے مقابل تھے
تھوڑی دیر وہ ٹھہرے
اور پھر ہوئے رخصت
جاتے جاتے مجھ سے وہ
مسکرا کے یوں بولے
آپ کو ہوئی زحمت
آہ! جا رہے تھے وہ—
آ کے جا رہے تھے وہ
جا رہے تھے وہ لیکن
پا چکی تھی میں ان کو
چارسُو چراغاں تھا
گنگنا رہی تھی میں
سشیام میرے گھر آئے

○

اے دوست

بھول سکتے نہیں اس شام کو ہم تم اے دوست
سینے میں دونوں کے برپا تھا تلاطم اے دوست
خواب میں آج بھی تڑپاتے ہیں، برماتے ہیں
تیرے ماتھے کی شکن اور وہ تبسّم اے دوست
غم فرقت نہ رہا، ملنے کا ارماں بھی گیا
ہوگئے یاد میں اس طرح تری گُم اے دوست
نہ وہ ہنستی ہوئی آنکھوں میں مری اب ہے ہنسی
چھن گیا لُٹ گیا ہونٹوں کا تبسّم اے دوست
نہ وہ رنگینیٔ افکار نہ وہ شعر و سخن
مٹ گیا مدھ بھرے نغموں کا ترنّم اے دوست
صرف اک تیرے ہی دل میں کوئی جنبش نہ ہوئی
میری بربادی پہ روئے مہ و انجم اے دوست

یاد ہے کتنا بلا خیز و جنوں پرور تھا
تیری نظروں کا مرے دل کا تلاطم اے دوست
کر گیا جینے سے بیزار ہمیشہ کے لئے
زندگی سے وہ مرا تلخ تصادم اے دوست
دلِ برباد میں ممکن ہے بہار آ جائے!
کاش ہو جائیں اکٹھا کبھی ہم تم اے دوست
جو مرے غم کے فسانے سے رُلا دے تجھ کو
نہیں آیا مجھے وہ طرزِ تکلم اے دوست
جم گئیں گرچہ تہیں عہدِ غمِ ہجراں کی،
ذہن پر نقش ہے وہ تیرا تبسم اے دوست
گونجتی ہے مرے کانوں میں تمہاری آواز
یاد کرتے ہو کبھی طاہرہ کو تم اے دوست

○

کسی کو سِتار بجاتے دیکھ کر

اے جانِ شاعری تو بتا کیا کہوں تجھے
افسانہ و خیال کی دُنیا کہوں تجھے

تیری نظر میں پیاس ہے جادو ہے راز ہے
حسرت کہوں کہ دردِ تمنّا کہوں تجھے

تاروں کو تو نے چھیڑ کے محشر مچا دیا
ساحر کہوں کہ سحرِ سراپا کہوں تجھے

نغمے کی روح، شعر کا رَس، پیکرِ غزل
سب تیرے نام ہیں تو بتا کیا کہوں تجھے

میری سمجھ سے دُور ہے تو کیا ہے کون ہے
جو حل نہ ہو سکے وہ معمّہ کہوں تجھے

○

جھلک

زندگی ہے مری گردش میں قمر کی صورت
دل ہے بجھنے کو مرا شمع سحر کی صورت
ہوں میں خاموش، خموشی میں گھٹی جاتی ہوں
نقش برآب کی مانند مٹی جاتی ہوں
رات میں تاروں سے سنتی ہوں کہانی تیری
کاش ہوتا کوئی پیغام زبانی تیری
اے مرے بھولنے والے تو مجھے یاد نہ کر
ہاں! مگر شیوۂ بیگانگی ایجاد نہ کر
ایک بار اپنی جھلک اور دکھادے مجھ کو
روٹھ جانے کا سبب کچھ تو بتادے مجھ کو

○

کوئل

کالی کوئل پیاری کوئل محرمِ دردِ جگر
دل ہلا دیتا ہے تیرا کوکنا وہ آم پر

پاٹ دار آواز تیری دکھ میں ڈوبا بین ہے
تیری ہر ہر کوک کیا بے چین ہے بے چین ہے

ڈال پر جب آم کی تو کوکتی ہے بار بار!
ہوک سی اٹھتی ہے میرے دل میں کیوں دیوانہ وار

تیرے میٹھے شبد گو میری سمجھ سے ہیں محال
پھر بھی تیرے درد میں جیسے ہے میرے دل کا حال

نالۂ بیباک تیرا کچھ عجب روداد ہے
سازِ عشق و سوزِ عشق لذّتِ فریاد ہے

O

بال روم رقص

یوں گھر گئے تھے رقص کی محفل میں رات ہم
جیسے قفس میں طائر آزاد آ پھنسے

رقاص جھومتے ہوئے بہکے ہوئے قدم
ایک دوسرے کو بانہوں میں اپنی لئے ہوئے

سازوں کے تال پر وہ اُچھلنا کہ الاماں
انساں تھے یا سفینے تھے گرداب میں پھنسے

گرتے ہوئے تھرکتے ہوئے خستہ مرد و زن
چہرے وہ تمتمائے وہ بے کیف قہقہے

کیسا یہ رقص تھا کہ تھے رقاص بے قرار
یوں لگ رہا تھا جیسے ہوں تلوے جلے ہوئے

ذہنوں کی الجھنیں تھیں عیاں بال روم میں
ہر جنبشِ بدن تھی فغاں بال روم میں

O

سکوت

چاندنی رات ہے سکوں ہے
چھایا دنیا پہ اک فسوں ہے
چل رہی ہیں ہوائیں ٹھنڈی
ٹھنڈا سبزہ فضائیں ٹھنڈی
آسماں چپ زمیں بھی خاموش
شاخِ گل کے مکیں بھی خاموش
سوئے سوئے سے دشت اور کہسار
خواب آلود ہر گل و رخسار
وقتِ راحت ہے تو بھی سو جا
طاہرہ اب خموش ہو جا

عورت

گلِ رعنا و دل آرا ہے عورت
لطیف و جاذب و زیبا ہے عورت
بہارِ جاں فزائے زندگانی
شکوہ و شوکتِ دنیا ہے عورت
ہزاروں رُوپ اس کے جلوے اس کے
کبھی مریم کبھی زہرا ہے عورت
کہیں دیوی کہیں شکتی، کہیں علم
کبھی لچھمی، کبھی سیتا ہے عورت
نہ بھایا جس کے بِن جنّت کا منظر
وہی آدم کی جاں حوّا ہے عورت
کئی صدیوں کے ظلم و جور سہہ کر
گرفتارِ غمِ دنیا ہے عورت

ابھی تک بزم میں غارت گروں کی
حقیر و خوار ہے رسوا ہے عورت
خودی کو اپنی گر محسوس کر لے
نہ پوچھو طاہرہ پھر کیا ہے عورت

○

سبز شجر

ایک سرسبز، گھنا، نیم کا پیڑ
سایہ افگن تھا میرے کمرے پر
چڑیاں کثرت سے تھیں چہکا کرتی
رنگ تھا نغمہ تھا خوشبو تھی

عجب عالم تھا !
خوشبو میٹھی بھی تھی اور کڑوی بھی
مجھے اس دوست کی صحبت میں سکوں ملتا تھا
لگ گئی کس کی نظر

جانے کیا بات ہوئی
پتّے سب جھڑ گئے پیلے پڑ کر
یک بیک خشک ہوا سبز شجر
میرے سینے میں چُبھا خنجر سا
یاد آئی مجھے کچھ خوابوں کی
آرزوؤں کے تمنّاؤں کی !

○

کھنڈر

سامنے ایک کھنڈر ہے جس میں
ڈوبے ابھرے ہیں کئی نقش ونگار
کہیں گلشن کی جھلک ہے تو کہیں صحرا کی
کتنی یادوں کے یہاں جھرمٹ ہیں
کتنے نقشے نظر آتے ہیں یہاں
ٹوٹا پھوٹا ہی سہی شیش محل ہے پھر بھی
یہ کھنڈر ہے مری ہستی کا کھنڈر!

○

تصادم

میری بیماری بھی کیا نعمت تھی
کتنا حاصل تھا سکوں
میرے اطراف تھا خاموشی کا راج
ہمنشیں میری کتابیں تھیں قلم اور کاغذ
ریڈیو سٹ تھا میرا مونسِ جاں
دل بہلنے کے بہت ساماں تھے
بات کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی
فون بھی میرے لئے تھا "شجرِ ممنوعہ"
میری دُنیا تھی میری ذات میں گم
اور میری ذات جو ملتی نہ تھی ڈھونڈھے سے مجھے
مل گئی یوسفِ گُم گشتہ کی صورت آخر
کتنا دلچسپ تصادم یہ ہوا۔

○

ضمیر

ملا ہے تجھ سے تجھے "غم" مجھے ہے غم اس کا
ملال ہے مجھے خود اپنی کم نگاہی کا
غبار دل پہ ہے ہر بے حسی کا غفلت کا
مگر جو دی ہے سزا تو نے ترکِ الفت کی
یہ "ظلم" ہے اسے انصاف کیوں کہا اے دوست
"مرا ضمیر بہت ہے مجھے سزا کے لئے"



تُہمت

تیری پیشانی پہ دیکھی تھی دمک سورج کی
میں نے کرنوں سے محبت کی تھی!
تیری آنکھوں میں تھیں پرچھائیاں جنت کی نہاں
میں نے خوابوں سے محبت کی تھی!
تیرے رخساروں پہ گُل رنگ دھنک دیکھی تھی
میں نے پھولوں سے محبت کی تھی!
تیری آواز پہ رقصاں تھا مرا دل مری روح
میں نے نغموں سے محبت کی تھی!
مجھ پہ تہمت ہے "محبّت" کی تری
میں نے کب تجھ سے محبّت کی تھی؟
مجھ پہ تُہمت ہے سراسر تہمت!!

○

جنّت

زندگی میری رشکِ بادِ سموم۔
مجھے تپنا پڑا ہے پے در پے
جلنا آساں ہے گر ہو ایک ہی بار
میں سُلگتی رہی سلگتی رہی!
میں چڑھائی گئی صلیبوں پر
جرم یہ تھا کہ کوئی جرم نہ تھا
قتل میرا ہوا ہزاروں بار
پھر بھی زندہ رہی بہ دردِ تمام
زندہ رہنے کی تھی یہی اُجرت!
میں جہنم سے خوب واقف ہوں
عمر ہی گزری آس پاس اِس کے
اب پسِ مرگ جانے کیا ہو گا
مجھے جنت کی کچھ ہوس بھی نہیں!

○

سزا

سیاہ تودے، اکٹھا تھے بادلوں کے یوں
پہاڑیوں کے نشیب و فراز کے پیچھے
کہ جیسے ٹولیاں، جرم و سیہ عزائم کی
رہِ حیات میں تاکیں، کسی مسافر کو!
مجھے لگا کہ کئی دیو، سر کو جوڑے ہوئے
بنا رہے ہوں خطرناک کوئی منصوبہ!
عجیب خوف سا، جس کی نہ ہو دلیل کوئی
مرے وجود پہ طاری ہوا، سزا کی طرح

○

غولِ بیاباں

چند کتّے اور بچّے، مل کے بھونکے گھر کے پاس
یوں لگا جیسے زمیں پر ہو بلاؤں کا نزول
کس قدر مکروہ تھا یہ سلسلہ آواز کا
ہاتھ کانوں پر دھرے بیٹھے رہے ہم دیر تک
دیر تک غولِ بیاباں، زہر پھیلاتا رہا
مجھ کو کتّوں سے نہیں مطلق کوئی شکوہ، گلہ
حضرتِ انسان کی نسلوں کو آخر کیا ہوا؟
بھونکتی پھرتی ہیں جو سڑکوں پہ کتّوں کی طرح!

○

عدیم الفرصت

کون کہتا ہے کہ میں ہوں تنہا
ایک پل بھی تو نہیں تنہائی
مسئلے، اُلجھنیں، پیچیدگیاں
ایک حلقہ سا بنائے ہوئے گھیرے ہیں مجھے
چیختا روتا ہے احساسِ دروں
مجھے خود اپنے سے ملنے کی نہیں ہے فرصت
ایک لمحے کے لئے لمحۂ تنہا نہ ملا
یوں تو بہلاوے کو زیور بھی ملا زر بھی ملا
جستجو جس کی ازل سے تھی مجھے
وہی، گوہر نہ ملا
کتنی مدت سے تڑپتا ہے دل
اپنے ہی آپ سے ملنے کے لئے!

○

رُوداد

ایک صاحب نے مجھ سے فرمایا
"عورتیں شعر کہہ نہیں سکتیں
عورتوں میں کہاں شعورِ فن !
شاعری کچھ ہنسی مذاق نہیں
شاعری ہے بلند پروازی"
ہکا بکا سی رہ گئی میں تو !
صرف اتنا زبان سے نکلا
عورتیں چھا چکیں فضاؤں پر
عورتیں جا چکیں خلاؤں میں
پھر بھی پرواز کر نہیں سکتیں !!

○

وقت

وقت بے درد ہے، بے باک گزر جاتا ہے
نہ تبسم اسے بھاتا ہے نہ آنسو کی لڑی،
روک سکتا ہی نہیں کوئی بھی رستہ اس کا
دندناتا ہوا ہر شئے کو کچلتا مکتا
کسی فاتح کی طرح نشۂ نصرت میں مگن
چھوڑ کر نقشِ قدم جانے کہاں جاتا ہے،
سالِ نو کیا ہے، یہی وقت کا اک اور قدم
سال کتنے یونہی روندیں گے نہیں کچھ معلوم
پھر بھی تھوڑا سا دلاسا تو ہے اُمید تو ہے!
ایک دن وقت کو ٹھکرا کے خدا نے چاہا
وقت کی زد سے بہت دُور نکل جائیں گے

فاتحانِ قمر سے

آپ کے نقشِ قدم کی ہے بہت کچھ قیمت
آپ کے نقشِ قدم، عظمتِ انساں کا نشاں
آپ کی جراٗت و ہمّت کی ہے قائل دنیا
معجزہ کہیئے اسے یا کہ طلسم
چاند کے ماتھے کو روند آئے ہیں، پیروں کے تلے
آپ کا زعم بجا، ناز بجا، فخر بجا!
آپ نے کر لیا تسخیر مہِ کامل کو
لیکن افسوس، مداوائے غمِ جاں نہ ہوا
اپنے ہی گھر میں تسلّی نہ خوشی اور نہ سکوں
آپ دنیا کے ہیں دنیا کی طرف ایک نظر
"چاند" کتنے نظر آئیں گے سسکتے، بھوکے
کچھ مداوائے غمِ جاں کیجئے
فتحِ افلاک سے بہتر ہے محبت کا جہاد
آپ دنیا کے ہیں دنیا کی طرف ایک نظر

○

سراپا

رنگِ ایماں رنگِ عرفاں رنگِ گیسوئے غزل
گرمیاں سورج کی ٹھنڈک چاند کی شبنم کا رس
مے کی مستی لالہ و گل کی مہک نورِ ازل
سب ملا کر بھی "سراپا" کس طرح کھینچوں ترا؟
ہاتھ بے قابو ہے میرا اور قلم تھرائے ہے
تیری محفل، محفلِ صدق و صفا، لطف و عطا
اک نظر تیری، ہزاروں اہلِ دل کا مدعا
روح پرور شخصیت، تڑپانے والی ہر ادا
زد میں جو آیا تیری۔ انسانِ کامل بن گیا
تجھ سے مل کر دل کی حالت کیا سے کیا ہو جائے ہے!

○

تحفے

تیرے تحفے میرے سر آنکھوں پر
یہ تقدّس کے محبّت کے وَفا کے تحفے
جان و دل ہر دو فدا تجھ پہ میرے اَنّ داتا
تیرے تحفے، میری عزت کا نشاں
دل نوازی کا تری، لطف و عنایت کا نشاں
مہربانی کا، نوازش کا سخاوت کا نشاں!
یہ بھی ممکن ہے میری پچھلی عبادت کا نشاں
اپنی قسمت پہ کروں ناز، بجا ہے کہ نہیں؟
تیری قُربت پہ کروں ناز، بجا ہے کہ نہیں؟

O

خدا حافظ

ایسی صبحیں کہاں ملیں گی اب
رُخِ روشن کے ہوں گے کب درشن
پھر وہی فاصلے قیامت کے
پھر وہی زندگی کے ہنگامے
ساتھ تیرے گزاریں جو گھڑیاں
انبساط و نشاط سے لبریز!
انھیں گھڑیوں کی یاد آئے گی
یاد آئے گی اور رُلائے گی

گاؤں سے تیرے جا رہی ہوں میں
دل ہے غمناک، پلکیں بھیگی ہوئی
اے مرے میزباں، خدا حافظ
جانِ من، مہرباں، خدا حافظ

○

آپ

چاند دیکھا تو آپ یاد آئے
چاند بھی کیسا، چودھویں کا چاند
آپ کی صرف کچھ جھلک سی تھی
ورنہ نسبت ہی آپ سے کیا ہے
چاند مدھم بھی داغ دار بھی چاند
چاند کی چاندنی بھی چار ہی دن
آپ، روشن ضمیر، نورانی
آپ کا حسن، نقش لافانی
آپ تفسیر پاک دامانی
آپ سے چاند کیا ملائے آنکھ
جھینپ جاتا ہے دیکھ کر سورج !

○

بُلاوا

مجھے شک تھا کہ بھلا ڈالا ہے
مجھے غم تھا کہ مرا کوئی نہیں
یاس و حرماں کے اندھیروں نے مجھے گھیرا تھا !
اتنے میں آئی صبا، قاصدِ دلکش بن کر
دھکا دھکا سا سندیسہ لائی
تیری جانب سے بلاوا لائی
خود بخود ٹوٹ گئیں زنجیریں
فاصلے دور ہوئے زلف کی خوشبو آئی
جھنجھناہٹ سی کسی ساز کی اُبھری دل میں
اور، اک نغمۂ جاں بخش نے پیغام دیا
"اپنی محفل میں بُلاتا ہے کوئی
یاد کرتا ہے کوئی پیپے درپے
کرشن کنھیّا - پریم اوتار"

O

بے خودی!

سرِ تسلیم جھکاؤں میں ترے قدموں میں ؟ !
میں نے ایسا ہی کیا جب بھی ملے تیرے قدم
گرچہ خودداری نے ہر بار مجھے روکا ہے!
خاک ، قدموں کی بنی میری جبیں کا ٹیکہ
آفتاب و مہ و انجم کی دمک تھی جس میں
ایسا محسوس ہوا عرشِ بریں پر میں ہوں !
بے خودی جیت گئی ، ہوش اُڑے ، آنکھ کھلی

رنگ

کیا جمے اب مرے دل پر کسی آواز کا رنگ
رچ گیا ہے مری ہستی میں ترے ساز کا رنگ
تو نے ہی مجھ کو سکھایا ہے محبت کا سبق
شانتی ، خامشی ، الطاف و مروّت کا سبق
اب ترے رنگ میں ڈوبا ہے مرا دل اے دوست
رنگ کوئی نہیں خوش رنگ بجز تیرا رنگ
رنگِ رخسار ہے تیرا عجب انداز کا رنگ
دلربا پھول سا نکھرا ہوا کندن جیسا!
کیا ملی تجھ سے نظر، رنگِ زمانہ بدلا
غمِ ہستی ، غمِ دوراں کا فسانہ بدلا
اسے کہتے ہیں کسی صاحبِ اعجاز کا رنگ
طاہرہ، دوستوں سے "دوست" نہیں ہے غافل
چشمِ محبوب میں ہے ہمدم و ہمراز کا رنگ

دُور اُفتادگی

دُوریاں، دُوریاں، درمیاں آگئیں
کوئی جادہ نہیں، کوئی رہبر نہیں
کوئی کشتی نہیں، کوئی ساحل نہیں
تیری بستی کہاں ہے نہیں کچھ خبر،
ہائے بے چارگی، دُور اُفتادگی!
دُور افتادگی، جاوداں درمیاں
جستجو جستجو، رایگاں رایگاں
صرف اتنا پتہ ہے کہ "میں" یاد ہوں
دُور میری پہنچ سے بہت دُور بھی
تذکرہ میرا ہوتا ہے اکثر کہیں
بزم سجتی ہے جب، شمعیں جلتی ہیں جب
کوئی محسوس کرتا ہے میری کمی!
نام لے کر میرا اپنے ہی آپ سے
کوئی کہتا ہے۔ "اُف دُور افتادگی"
دُوریاں دُوریاں، بیکراں جاں ستاں
دُور اُفتادگی، دُور اُفتادگی!

اُودا جادو

ریشمیں، اُودے، چمک دار، گلوں کے گچھے
یوں نظر آتے ہیں جیسے کہ کسی گیت کے بول
کسی بربط کی نواؤں کے رسیلے ٹکڑے
کسی نقاش کی رنگیں نظری کے قصے
"جیکرنڈا" پہ قیامت کی بہار آئی ہے
پھول ہی پھول ہیں پتوں کا کہیں نام نہیں
ہائے کیا حُسن سے بھرپور ہے یہ نظارہ
حکمراں آج فضاؤں میں ہے اُودا جادو!

○

مارچ کا مہینہ

مارچ کا مہینہ ہے خوش گوار سا موسم
سردیاں ہوئیں رخصت گرمیاں نہیں آئیں
آسماں پہ نیلاہٹ، کیف بخشنے والی
تازگی ہواؤں کی کس قدر نشاط آور
پھول کا فسانہ ہے، رنگ پر زمانہ ہے
مارچ کا مہینہ ہے، جس سے پیار ہے مجھ کو
دل دھڑک اٹھا ہے پھر، غزلیں یاد آتی ہیں
گنگناتی رہتی ہوں کیا بتاؤں کیا کیا کچھ
پاؤں خود بخود میرے آج کل ہیں جنبش میں
تال، سُر، کی گونجیں ہیں منتشر فضاؤں میں
زندگی ترنم ہے، سانس ساز کی اک گت
آہ و نالہ و شیون۔ تان، راگ اور سرگم
تلخیاں بھی ماضی کی گھنگھروں کی چھم چھم چھم
ہوگیا ہے جادو سا، مارچ کا مہینہ ہے

○

طلسمِ حیات

بلندیوں سے خلار کی عجب سماں دیکھا
رواں تھا اشکوں کا دریائے بیکراں کہ نہ پوچھ
بھنور تھے، موج و نہنگ و تلاطم و طوفاں
مگر سفینۂ ہستی، خرام ناز میں تھا
تھپیڑے کھاتا ہوا ڈگمگاتا، لہراتا
نشے میں چور ہو جیسے کہ کوئی دیوانہ
سمجھ میں میری نہ آیا کہ اس کا راز ہے کیا
بڑھا ہی جاتا ہے ہر حال، کاروانِ حیات
صدا یہ غیب سے آئی کہ بے خبر ہو تم
اسی کا نام ہے جادوئے زیست، جدوجہد
زمانہ کیسے گزرتا ہے دشت و گلشن سے
پُلِ حیات سے تم بھی اسی طرح گزرو

○

پیام

مژدہ ملا کہ آپ ہیں دلّی کے میہماں
میرا سلام آپ کی خدمت میں مہرباں
بادِ صبا گواہ ہے میں ہوں چمن میں قید
دلّی ہے دُور میرے لئے میں دکن میں قید
تو آئے اور میں ترا درشن نہ کر سکوں
آنکھوں کو تیری دید سے روشن نہ کر سکوں
کیا سخت امتحاں ہے مرے ضبط و صبر کا
شہکار ہے فلک کی شقاوت کا جبر کا
مجبوریوں نے آج بھی مجبور کر دیا
محرومیوں نے پھر مجھے محصور کر دیا
لیکن مجھے یقین ہے کہ ایک دن وہ آئیگا
اللہ جب مجھے بھی کسی سے ملائے گا
ہے انتظار، طاہرہ، تجدیدِ دید کا
سب سے بڑی جو عید ہے اس روزِ عید کا

○

سرحد کے قریب

حد سے باہر نہ نکل جاؤں کہیں حد کے قریب
اِن دنوں گھر ہے مرا دوست کی سرحد کے قریب
جذبۂ دل میں اثر کچھ بھی نہ تھا کچھ بھی نہ تھا
ورنہ آجاتے وہ کھنچ کر کبھی سرحد کے قریب
اُن سے ملنے کا ارادہ بھی نہیں کر سکتی
ٹوک بیٹھیں گے نگہباں جو ہیں سرحد کے قریب
آتی رہتی ہے ہواؤں میں مہک پھولوں کی
آہ گلزار ہے شاید کہیں سرحد کے قریب
قرب نے اور بھی دُوری کا دلایا احساس
کس قدر دُور ہوں میں گرچہ ہوں سرحد کے قریب
طاہرہ، ان کی یہ بیداد ہے کتنی پیاری،
ہم سے ملتے نہیں وہ رہتے ہیں سرحد کے قریب

چشمۂ وجد و انبساط

(نذرِ اقبال)

چشمۂ وجد و انبساط ہے تو !
جنّتِ گم شدہ کا نور۔ نکھار
جنّت گم شدہ کی خوشبوئیں
کیف آور نسیم کے جھونکے
دھیمی دھیمی سی روشنی کی تہیں
میٹھی میٹھی ستار کی جھنکار
جامِ کوثر کی پاک سرمستی
دلِ رادھا کی والہانہ پکار
کرشن کی بانسری کی دلکش تان
رام کا ضبطِ غم ۔ وقار۔ جلال

زلف سیتا کے پیچ و خم - مہکار
ہر زمانے کے عشق کی گرمی
ہر زمانے کے حسن کا جادو
سب تری شخصیت کے پہلو ہیں
چشمۂ وجد و انبساط ہے تو !



عید الفطر

ظاہرہ، عید کا حاصل ہے خلوصِ باہم
ورنہ تہوار منانے کی بھی حاجت کیا ہے
دل اگر مل نہ سکے، اور گلے مل جائیں!
اس طرح ڈھونگ رچانے کی ضرورت کیا ہے

جب اخوت ہی کے احساس سے دل ہو خالی
عید پھر عید نہیں، صرف ریاکاری ہے
کھانے پینے ہی کی حد تک ہو اگر مقصدِ عید
لذتِ نفس، شکم پروری، بیماری ہے

عید ہے رُوح کی صیقل کا سنہری موقع
کسی ہمسائے کا ٹوٹا ہوا دل، شاد کرو
عید میں عید کی لذّت ہو دو بالا بے شک
قیدِ غم سے کسی درماندے کو آزاد کرو

خود پہن اوڑھ کے گر عید منائی ہم نے
یہ تماشہ ہے، بناوٹ ہے خود آرائی ہے
کوئی ننگا ہو کہ بھوکا ہو بلا سے اپنی
دل میں ہوں ایسے خیالات تو رسوائی ہے

عید ہوتی تھی نبیؐ اور نبی والوں میں
عید خرموں ہی پہ موقوف تھا خوانِ نعمت
خدمتِ خلق سے ہوتی تھی مسرّت حاصل
بے نواؤں کی خبر گیری تھی ان کی خصلت

○

اَلوداع

(عورتوں کا بین الاقوامی سال ۱۹۷۵ء)

کتنا افسوس ہے رخصت ہوا اک سال عظیم
سال وہ سال کہ جس سال پہ حق تھا اپنا
عورتیں ناز سے کہتی تھیں یہ سال اپنا ہے!
چاند اپنا ہے ستارے اپنے
کہکشاں اپنی ہے سورج اپنا
سنہ پچھتر میں ہوا ہے معراج!
ساری دنیا پہ ہے عورت کا راج!
دیکھتے دیکھتے ہی ختم ہوا یہ سپنا
کتنی خوش فہمی تھی اپنی بابت
ہم یہ سمجھے تھے کہ بس افضلِ خلقت ہم ہیں

چند روزہ ہی سہی وقت پر ہم چھا تو گئے!
ہمت زن کے کئی رنگ بھی دکھلا تو گئے!
سنہ پچھتر کی خدا حافظی آسان نہیں
پلکیں بھیگی سی ہیں کچھ دل بھی ہے بھاری بھاری
اور بے ساختہ ہوتا ہے زباں سے جاری
"حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد"

○

قسمت

(سانیٹ)

لے کے پیدا ہوئی دلِ شاعر
میری قسمت کا تھا یہی ورثہ
اس لئے ہوں غموں میں آسودہ
دشت پیمائیوں کی بھی ماہر
مرے رُخ پر سدا تبسّم ہے
گرچہ زخموں سے چُور چُور ہوں میں
آہ و نالے سے دُور دُور ہوں میں
لب پہ رقصاں مرے ترنم ہے
زندگی میری لالۂ احمر
جس میں شامل ہے رنگِ خونِ جگر
نور افشاں ہیں میرے قلب و نظر
کیا کروں آرزوئے لعل و گہر
مجھ سے رونق ہے خارزاروں میں
رین مرے کچھ نہیں بہاروں میں

★

ظلمتوں کے باشندے

(سانیٹ)

کتنے زشت خو انساں، اہرمن سے ملتے ہیں
ہر طرح سے چاہا ہے چھین لیں اُجالوں کو
لاکھ کوششیں کی ہیں لُوٹ لیں بہاروں کو
پھر بھی شمعیں روشن ہیں پھر بھی پھول کھلتے ہیں
ظلمتوں کے باشندے، نور و رنگ کیا جانیں
ناشناس گوہر ہیں کنکروں کے شائق ہیں
خار و خس کے سوداگر، خار و خس کے لائق ہیں
نغمگی سے بیگانے، نَے و چنگ کیا جانیں
رہزنوں کے مذہب و دل ٹھوکریں ہی کھاتے ہیں
حق کے راستے میں جب سنگ بن کے آتے ہیں
اہرمن کے ہم مسلک، گرچہ ڈر دکھاتے ہیں
دھمکیوں کے پردے میں خود ہی سہمے جاتے ہیں
روشنی پہ تاریکی فتح پا نہیں سکتی!
حق کے روئے روشن پر آنچ آ نہیں سکتی!

○

تاج محل

زلفِ ممتاز کا خم ، تاج محل
ایک شہنشاہ کا غم ، تاج محل
موت کا حُسن ، حسیں تاج محل
حُسن کی موت ، حسیں تاج محل
چاندنی رات کا دل تاج محل
سنگِ مرمر کی پری تاج محل
چار سو سال کی الفت کا نشاں
ہجر کے اشکِ تقدّس کا نشاں
نوعِ انساں کی ہے عظمت تجھ سے
تیرے اطراف نظر آئی نرالی دنیا
عاشقوں، شاعروں ، فنکاروں کی ڈھالی دنیا
اے حسیں تاج محل تاج محل

○

نامِ حسینؑ

اہلِ دل کی زندگی
دردمندوں کی دوا
امن و الفت کا پیام
حق کا اعلانِ قضا
مرحبا نامِ حسینؑ !!
دلربا نامِ حسینؑ !!

کس قدر کیف آفریں
مرکزِ خوشبو و نور
ہر زمانے کے لئے
باعثِ فخر و غرور
مرحبا نامِ حسینؑ
دلربا نامِ حسینؑ

غیر فانی داستاں
نسلِ انساں کا وقار
خون میں ڈوبا ہوا
پھول اک جانِ بہار
مرحبا نامِ حسینؑ
دلربا نامِ حسینؑ

○

کرشن کنہیّا

مُرلی کی تان سُنا جا
پھر پیار کا جادو جگا جا
دل ہے اپنا اُجڑی بستی
ظلمت میں ڈوبی ہے ہستی
پھُول میں رنگ نہ مے میں مستی
پریم ہے مہنگا، نفرت سستی
اندھیاروں میں دیپ جلا جا!
کرشن کنہیّا آجا

سانولا سُندر مکھڑا دکھا دے
کاندھوں پر زلفیں بکھرا دے
جھُوم کے ایسی بنسی بجا دے
جیون کی اُلجھن سلجھا دے

پھر پیار کا جادو جگا جا !
کرشن کنھیّا آجا !
جائے خزاں آجائے بہاراں
ہو جائے کچھ ایسا ساماں
روح میں ہوں پھر شمعیں فروزاں
انساں پھر بن جائے انساں
دنیا کو بہشت بنا جا !
کرشن کنھیّا آجا !



قُلی قطب شاہ کے نام

اے قلی، شاہِ دکن، شہر ہے تیرا باقی
یادگاریں تیری باقی ہیں محبت زندہ
نام تیرا سرِ فہرست رہے گا دائم
جب بھی تاریخ میں دل والوں کا نام آئے گا!!
تو نے دولت کا سہارا نہ لیا
تو نے طاقت کا سہارا نہ لیا
شاہ ہو کر بھی تجھے پیار تھا انسانوں سے
تو نے ہر مذہب و آئین کی عزت کی ہے
اپنے انداز میں اک خاص عبادت کی ہے
تو رعایا سے الگ تھا نہ کبھی
حکمراں ہو کے بھی محکوم کو چاہا تو نے
ان کے تیوہاروں کا پوجاؤں کا عیدوں کا شریک

تیرے سینے میں تھا فن کار کا دل
تیری نظریں متلاشی تھیں حسیں منظر کی
خواہ وہ "بھاگ متی" ہو کہ ہو وہ قوسِ قزح
حُسن ، معبود تھا اور حاصلِ زیست
تیری رگ رگ میں تھا شاعر کا لہو
تیری رنگین خیالی کا ہے شاید اعجاز
شہر ، رنگیں ہے ترا ، بانئ شہر
حیدر آباد میں دل والے ابھی بستے ہیں
اب بھی باقی ہیں یہاں شعر و سخن کے چرچے
بانئ شہر ، تری ریت نہیں بدلی ہے
اب بھی اس شہر میں اُلفت کا چلن باقی ہے

نوائے محمد قلی قطب شاہ

دکن کے ذرّے ذرّے میں ہے میری داستاں باقی
دلوں میں ہوں بشکلِ شاعرِ رنگیں بیاں باقی
بڑے ہی شوق سے میں نے سجایا تھا نشیمن کو
میں خود باقی ہوں جب تک ہے میرا یہ گلستاں باقی
وہی ہے نقش لافانی دلوں پر جس کا سکّہ ہو
نہ کوئی جنگجو باقی نہ کوئی حکمراں باقی
محبّت، مذہب و ملّت سے بالاتر ہے سرمایہ
وہی جنّت کا خِطہ ہے محبّت ہے جہاں باقی
مروّت، پیار، دلداری ہے مسلک اب بھی لوگوں کا
خدا کا شکر ہے میری روایت ہے یہاں باقی
مسلماں اور ہندو میرے ہی دل کے ہیں دو ٹکڑے
رہیں شیر و شکر بن کر ہمیشہ شادماں باقی!
یہ شہرِ حیدر آبادِ حسیں ہے طاہرہ دلکش!
اسی کے نام سے ہے عزتِ ہندوستاں باقی

○

نمائشِ نوادرِ عہدِ قطب شاہی دیکھ کر

حسین و جاذب و رنگیں قطب شاہی نوادر ہیں
نمائش ہے تمدن کی بڑے دلکش مناظر ہیں
نقوشِ عہدِ ماضی ، افتخارِ عصرِ حاضر ہیں
مرقعے ہیں حسینوں کے مساجد ہیں ، مقابر ہیں
اِدھر آؤ ، اِدھر دیکھو یہاں نایاب چیزیں ہیں

ہیں مخطوطات بھی نادر کتابیں بھی ہیں لاثانی
جھلکتا صاف ہے اسلوب میں اندازِ ایرانی
ہر اک شے کہہ رہی ہے، تھی تجمل کی فراوانی
قطب شاہی زمانہ تھا سراسر دورِ رومانی
اِدھر آؤ ، اِدھر دیکھو، یہاں نایاب چیزیں ہیں

"حدِ ادراک سے باہر ہیں باتیں عشق و مستی کی"
"قلی" کا نقش کہتا ہے کہ میں نے بُت پرستی کی
مگر پھر بھی بڑی چاہت تھی مجھ کو اپنی بستی کی
رعایا کی خوشی گویا خوشی تھی میری ہستی کی
اِدھر آؤ، اِدھر دیکھو، یہاں نایاب چیزیں ہیں

سواری کے نمونوں میں ہے خود ایک داستاں باقی
مکیں سب چل بسے لیکن ابھی تک ہے مکاں باقی
کئی صدیاں ہوئیں پھر بھی ہے نقشِ کارواں باقی
قطب شاہی تمدن کا ہے کچھ نام و نشاں باقی
اِدھر آؤ، اِدھر دیکھو یہاں نایاب چیزیں ہیں



○

میرا شہر

یہ شہر میرا ملکِ سلیماں سے کم نہیں
یہ شہر میرا، مرکزِ حسن و جمال ہے
اس شہر کی ہے رسم، رفاقت کی زندگی
آپس کا اتحاد ۔ مروّت کی زندگی
یہ شہر آرزو ہے محمد قلی کا شہر
نغمے کا شعر و علم کا زندہ دلی کا شہر
کٹھنائیوں میں بھی ہے یہاں رونقِ بہار
کتنی ہی مشکلیں ہوں نہیں کوئی سوگوار
ہم لوگ وہ ہیں جو غمِ دوراں میں ہیں مگن!
ہم لوگ وہ ہیں، چاکِ گریباں میں ہیں مگن!
دولت نہ ہو نہ ہو ۔ ولے دل کے امیر ہیں
شاہوں کو جن پہ رشک ہو ایسے فقیر ہیں

دکن کے کوہسار

ہائے دکن کے کوہسار
ایلپس سے جب گزر ہوا
دیکھا وہ دلربا سماں
آنکھیں نہ تاب لا سکیں
پھر بھی یہ دل نے دی صدا
ہائے دکن کے کوہسار
دیکھے ہیں میں نے بے مثال
"آزبہ ورشش" کے پہاڑ
جو ہیں فسانوی وجود
روح فزا، نظر نواز
پھر بھی یہ دل نے دی صدا
ہائے دکن کے کوہسار !

سلسلۂ ہمالیہ، دست خدا کا شاہکار
لطف نظارۂ جمال
قید بیاں سے بے نیاز
پھر بھی یہ دل نے دی صدا
ہائے دکن کے کوہسار
سانولے اور سدا بہار

○

کشمیر

صبح ہے صبحِ دل کُشا شام ہے شامِ دل نواز
وادیٔ کاشمیر کے شام و سحر فسوں طراز
گرچہ مرا گذر ہو آدوارِ خزاں کے ساتھ ساتھ
پھر بھی مری نگاہ نے پا لیا فصلِ گل کا راز
یوں تو دلِ حزیں کو ہے رنگِ خزاں بہت عزیز
فصلِ خزاں میں لطفِ خاص، بادِ خزاں میں سوز و ساز
پیلی۔ سنہری رنگتیں، کوہ و دامن میں ہر طرف
سرو و چنار سُرخ سُرخ پہنے ہوئے قبائے ناز
آبِ رواں پہ کشتیاں جیسے چمن میں تتلیاں
باغِ نشاط۔ شالیمار جنّتِ محفلِ مجاز
آنکھ اٹھے جدھر، اُدھر۔ حُسن ہی حُسن جلوہ گر
کیسی ہے مشکبو زمیں۔ کوہ ہیں کتنے سرفراز
وادیٔ حسن کی کشش ظاہر۔ کیا بیاں کروں
خطّۂ کاشمیر ہے شعر فزا، فسانہ ساز

*

جادۂ نیلگری

یوں صدا آتی ہے پہاڑوں سے
راہ پُر خم سہی مگر ہے حسیں
کہہ رہا ہے یہ ڈوبتا سُورج
زندگی سَم سہی مگر ہے حسیں
حاصلِ عشق گنگنا یا چاند
رنجِ پیہم سہی مگر ہے حسیں
مُسکرا کر کہا یہ غنچوں نے
زیست کم کم سہی مگر ہے حسیں
زیرِ لب کہہ رہی تھی یوں نرگس
چشمِ پُرنم سہی مگر ہے حسیں
وقتِ رخصت یہ کہہ گئی شبنم
ہجر اک غم سہی مگر ہے حسیں
طاہرہ، اُن کی یاد اور یہ تڑپ
ایک ماتم سہی مگر ہے حسیں

★

سرحدِ آسام

صوبۂ آسام کے بعض سرحدی مقامات دیکھنے پر
جہاں ھند و پاک کے فوجی دستے جمے ہوئے تھے ۔

(چند سال قبل)

میں نے آسام کی سرحد پہ تماشہ دیکھا
سوئے ظن سوئے تفاہم کا نتیجہ دیکھا
کہیں پانی پہ ہے جھگڑا تو کہیں مچھلی پر
گولیاں چلتی ہیں دہقانوں کی پگڈنڈی پر
سرحدی لوگ مصیبت میں گھرے روتے ہیں
بے گناہوں پہ ستم حد سے سوا ہوتے ہیں
ہند اور پاک کی سرحد کے مجاور ہیں غریب
بد نصیبی سے ہے طوفان بلا ان کے قریب
چھوڑ کر جھونپڑے اپنے کہیں چھپ جاتے ہیں
اور جب شورشیں تھمتی ہیں تو پھر آتے ہیں
کس طرح چھوڑ دیں گھر کھیت کو آسانی سے
زندگی گرچہ گذرتی ہے پریشانی سے

دونوں ملکوں کے ہیں آسودہ وزیر اور امیر
انھیں کیا غم جو کچل جائیں کہیں چند فقیر
لیڈری خوب چمکتی ہے جب ہنگامہ ہو
جنگ چھڑ جائے تو نیتاؤں کا دل ٹھنڈا ہو
ہند اور پاک کے مظلوم غریبوں جاگو
خانہ جنگی ہے بری نام سے اس کے بھاگو
آؤ! ایک دوسری دنیا نئی آباد کریں
زخم دل کے لئے مرہم کوئی ایجاد کریں
کفر و ایمان کے جھگڑے نہیں اپنا مسلک
ہم غریبوں کا فقط پیار ہے سچا مذہب
ایک ہی ذات ہے دنیا کے کسان اور مزدور
کر سکے ان کو جدا کس میں ہے اتنا مقدور
منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
رنج و راحت خلش و حسرت و ارمان بھی ایک
دونوں ہمسایوں میں الفت کے ہوں رشتے آمین
طاہرہ دور ہوں آپس کے یہ جھگڑے۔ آمین۔

○

ہند پاک نامہ و پیام کی بحالی پر

اے دوست۔ کیا غضب ہے کہ سب راستے تھے بند
برسوں پیام و نامے سے محروم ہم رہے!
پھر بھی کبھی کبھی کسی انجان سمت سے
تیرا سلام لطف مجھے دفعتاً ملا۔
جس سے ہوا سکوں کہ ترے دل کے ہوں قریب
کتنے ہی فاصلے ہوں بھلایا نہیں مجھے!
لیکن یہ کیا ستم ہے کہ جب بندشیں کھلیں
رشتے ہوئے بحال پیام و سلام کے
آنکھوں میں میری اشکوں کا طوفاں ہے کس لئے
اے میرے غمگسار، بتا کیوں خموش ہے؟

کیا بات ہے تیرا کوئی نامہ نہ نامہ بر !
بیتاب ہوں میں ماہیٔ بے آب کی طرح
"جی چاہتا ہے نامۂ دلدار کھولنا" !
مدت سے میری بزم میں رونق نہیں کہیں
کس درجہ آرزوئے چراغاں ہے آج کل
اے دوست تیرا نامہ مسیحا سے کم نہیں
للہ ۔ جلد پوچھ کہ کیسا ہے میرا حال
سچ مان ۔ مضطرب ہوں میں اے مرکزِ خیال

○

ہند و پاک ٹرین کی بحالی پر

یہ ہند و پاک سرحدیں
ملی ہیں آج پھر گلے
مٹے ہیں پھر سے فاصلے
خدا کرے یہ دوستی ہمیشہ دوستی رہے

یہ خوفناک سرحدیں
بنی تھیں نفرتوں کا گھر
یہاں لٹے تھے قافلے
یہاں بہا تھا خونِ دل
مگر نیا سفر ہے اب
نئی سحر نئی کرن
دلوں کے زخم بھر گئے

وہ راستے جو بند تھے
وہ کھل گئے ہیں یک بیک
سندیسہ پیار کا لئے
بہار کی ہوا چلی
گلے ملی ہیں سرحدیں
زمین ہند و پاک کی
نیا سفر نئی سحر

سائرسِ اعظم

(۲۵۰۰ سالہ جشنِ شہنشاہیتِ ایران کے موقع پر)

آریہ دیش کا کہتے ہیں تجھے
آریہ قوم کا کہتے ہیں تجھے
تجھ پہ ایران ہے نازاں کہ تو ایرانی ہے
تو نے بے شک لیا ایراں میں جنم
لیکن اے دوست، تجھے قید کریں ۔ زیب نہیں !
تو اک انسان ہے ملت سے وطن سے آزاد
تو ہے انسانِ عظیم !
دیوتاؤں کو بھی ملتا نہیں ایسا منصب
روپ میں شاہِ شہاں ہے وہ دل میں درویش

تو نے الفت کا جگا کر جادو
ساری دنیا پہ کیا ہے احساں
تو نے انسان کو بخشی عظمت
تو نے آزادی کی دیدی دولت
تو نے بتلادیا کہتے ہیں کسے "رام کا راج"
آج تک نقشِ قدم روشنی دکھلاتے ہیں
سالہا سال۔ آج بھی دنیا کو ضرورت ہے تری
درد کے ماروں کو اُفتادوں کو حاجت ہے تری

O

مُحِبّانِ الجیریا کے نام

ہو رہے ہیں مدّتوں سے ظلم ہفت افلاک کے
ہیں فسانے غم فزا الجیریا کی خاک کے
ہر ادیب و شاعر و فن کار کا دل خون ہے
فکر پر پہرے بٹھا دینا عجب قانون ہے
سامراجی ظلم سے الجیریا ۔ ناشاد ہے
جو بھی آزادی کا حامی ہے وہاں برباد ہے
دل نہ چھوٹا کیجئے، ہے سخت گرچہ امتحاں
مردِ میداں جھیلتے ہیں ہر طرح کی سختیاں
ہر زمانے میں ہوئے آزادگاں، وقفِ الم
ابنِ مریم، ابنِ زہرا، سب پہ ٹوٹے ہیں ستم
فخر کا باعث یہ ہے، ظالم نہیں مظلوم ہیں
آپ ہیں اہلِ قلم۔ فن کار ہیں، معصوم ہیں

یاد رکھیے فتح و نصرت آپ ہی کے ساتھ ہے
چارہ جوئی خود بخود بیچارگی کے ساتھ ہے
مسکرا کے کاٹ لو قیدِ زماں، قیدِ مکاں
بے غلامی سے کہیں بہتر اگر جائے بھی جاں
طاہرہ، آزادی و عظمت بشر کی زندہ باد!!
سامراجی قوتیں جتنی ہیں، ساری مردہ باد!!

○

آہ! مسجدِ اقصےٰ

آگ یہ کس نے لگائی ہے خدا کے گھر کو ؟
گھر بھی وہ گھر کہ جسے مسجد اقصیٰ کہیئے
وہ تقدس کا مکاں ، قبلۂ اوّل صد حیف
کسی "شیطان" کی سازش کے تلے
جل گیا ، لٹ گیا ، برباد ہوا ، واویلا !
جو بھی ہے صاحبِ ایمان ، اسے دکھ پہنچا ۔
دلِ مسلم ہی نہیں سارا جہاں کانپ اٹھا ۔
کس قدر سخت بھیانک ہے یہ جرم
کبھی تاریخ نہ بھولے گی اسے
اُف ، یہ بیداد ، یہ ظلم

O

مغربی ایشیاء

ہائے کتنے حسین خطّے ہیں!
وہ فلسطین ہو، شام یا لبنان
شعر و نغمے کا دل نشین مرکز
گُل و بلبل کی سرزمیں ایران

رنگ و نکہت خمیر میں ہیں ملے
دلِ شاعر کی کیفیت کی طرح
کہیں صحرا کہیں گلستاں ہیں
داستانیں ہیں کتنی صدیوں کی
کتنی تہذیبیں ضم ہوئی ہیں یہاں
کتنے پیغمبروں کے نقشِ قدم

جا بجا ثبت ہیں، مسطور ہیں
سرزمیں علم و فلسفے کی ہے
آج اس سرزمیں پہ آفت ہے
آسمانوں سے ہے نزولِ بلا
گولہ باری، دھماکے وحشتناک
حشر سے بڑھ کے حشر ہے برپا
آگ میں جل رہی ہیں تہذیبیں
خون میں لت پت ہیں گلشن و صحرا
رحم پروردگار، رحم ذرا،
مغربی ایشیاء کا کیا ہوگا؟

مخدوم

مخدوم دل نواز تبسّم کا نام ہے
مخدوم جذب وکیفِ ترنم کا نام ہے
مخدوم لطفِ صبحِ بہاراں کا نام ہے
مخدوم ہی تلاطم و طوفاں کا نام ہے
مخدوم ماہتاب کے نزہت کا نام ہے
مخدوم آفتاب کی حدّت کا نام ہے
مخدوم شعر و نغمے کی دنیا کا نام ہے
مخدوم فکر و فن کے سراپا کا نام ہے
مخدوم بے بسوں سے محبت کا نام ہے
مخدوم ظالموں سے بغاوت کا نام ہے
مخدوم اہلِ ذوق کے پیارے کا نام ہے
مخدوم ایک عرش کے تارے کا نام ہے

o

آہ، نصیر الدین ہاشمی

کیا بتاؤں کہ واقعہ ہے کیا
سانحہ ہو گیا قیامت کا
اردو دانوں میں ہے بپا ماتم
ہاشمی نے بسایا ملکِ عدم
ہاشمی اہلِ ذوق، اہلِ نظر
خدمتِ فن میں عمر کر دی بسر
اک محقق بھی تھے شفیق بھی تھے
اک بزرگ اور اک رفیق بھی تھے
ہند کی عورتوں کے حامی تھے
نئی قدروں کے وہ پیامی تھے
عورتوں سے انہیں تھی ہمدردی
چاہتے تھے وہ ان کی بہبودی

صنفِ نازک کے رہنما تھے وہ
نازشِ و فخرِ ایشیا تھے وہ
ہائے کس کی نظر دکن کو لگی
بجھ گئیں کتنی شمعیں محفل کی
جہاں بانو چھٹیں بشیرؔ چھٹیں
امجدؔ و زورؔ و شاہدؔ رعنا
ہو گئے شادؔ ب و ظفرؔ بھی فنا
ہاشمیؔ نے بھی ہم سے منہ موڑا
غم میں تپتا ہوا ہمیں چھوڑا
خاک اُڑا خاک سرزمینِ دکن
چھپ گئے ہیرے تیرے زیرِ کفن



آہ اریبؔ!

(سلیمان اریبؔ کے انتقال پر)

تاریکیِ شب سے نور کے دھارے چلے گئے
چشمِ زدن میں کتنے ستارے چلے گئے
ہم سوگوار رہ گئے جینے کے واسطے
مخدومؔ اور اریبؔ سے پیارے چلے گئے
خود الجھنوں میں پھنس کے جیئے پند اہلِ دل
اردو کی زلف پھر بھی سنوارے چلے گئے
کس کی نظر لگی کہ بہاراں کو کھا گئی
گلشن کے سارے پھول سدھارے چلے گئے
جن کے دلوں میں دکھ تھا محبت تھی قوم کی
اُف طاہرہ! وہ درد کے مارے چلے گئے

○

یارانِ شہر کی رسم اجرا پر

ملیے یارانِ شہر سے ملیے
طیب انصاری ان کو لائے ہیں
بڑی رنگیں ہے صحبتِ یاراں
سانولا پن کہیں کنہیا کا
ہے صباحت قلی قطب کی کہیں
کہیں طیب کے خود ملاحت ہے
خیرہ ہوتی ہیں دیکھ کر آنکھیں
کس قدر دلربا مرقع ہے
شمع تہذیب جگمگاتی ہوئی!
شہرِ خوباں کی ہستیوں کے نقوش
نسل در نسل ہو گئے محفوظ
اس سے بہتر بھی ہے کوئی تحفہ؟

○

ایک نیپالی خاتون
شریمتی پریم سے متاثر ہو کر!

نیک دل، نیک منش، نازنیں، شیریں گفتار
رشکِ گل، غنچہ دہن، روحِ چمن، جانِ بہار
پیار ہے نام ترا، پیار کے قابل ہے تو
شعر و نقاشی و موسیقی کا حاصل ہے تو
تجھ میں شیریں کی صباحت تو دمنتی کا جمال
آنکھ تجھ سے نہ ملا پائے کبھی چشمِ غزال
تیکھی چتون جو تیری بجلیاں برساتی ہے
مسکراہٹ سے تری مُردے میں جان آتی ہے
پھول کھل جائیں خزاں میں جو خراماں آئے
لپٹی دامن سے ترے موجِ بہاراں آئے

چاند شرمائے اگر دیکھے تری پیشانی
چاندنی ماند ہو چہرہ پہ ہے وہ تابانی
سچ بتا تو نے چرایا نہیں پھولوں سے نکھار
نہیں ساون کی گھٹا سے لیا زلفوں نے اُدھار
تجھ میں زیبائیاں آئی ہیں فلک سے کتنی
تو نے رنگینیاں پائی ہیں دھنک سے کتنی
قلبِ شاعر کی طرح پاک ہے سیرت تیری
بے نیازی ہے چلن سادگی فطرت تیری
تیرے دل میں نہ کپٹ اور نہ بناوٹ نہ فتور
پیار ہے نام تیرا، پیار ہے تیرا دستور
تجھ کو اللہ نے کتنی بڑی نعمت دی ہے
روپ پریوں کا فرشتوں کی سی خصلت دی ہے
ہند و نیپال کی تہذیب کا سنگم ہے پریم
طاہرہ، سچ تو یہ ہے حُسنِ مجسّم ہے پریم

○

ویلنٹینا

(دنیا کی پہلی خاتون خلائی مسافر)

ویلنٹینا، مبارک ہو، خلاؤں کا سفر تجھ کو
تجھے ڈر ہے نہ لگ جائے زمانے کی نظر تجھ کو
جواں ہمت، جواں قسمت، حسین و نوجواں عورت
زمیں کی حور، ماہ و کہکشاں کی میہماں عورت
مبارک، مثلِ شاہیں رفعتوں پر تیرا منڈلانا
مبارک، آسماں پر پرچمِ نصرت کا لہرانا
مبارک، صنفِ نازک کی جسارت کا نشاں بننا
مبارک، رہنما بننا، امیرِ کارواں بننا
ویلنٹینا، بتا ہم کو بھی، کیا کیا دیکھ آئی ہے
بشر کے واسطے مژدہ بھی کوئی ساتھ لائی ہے

ستاروں نے دیا بھی ہے کوئی پیغام، تابندہ!
کسی سورج نے تحفہ کوئی بھیجا ہے، درخشندہ!
فلک نے کیا سنایا ہے فسانہ، بختِ انساں کا
قمر نے کوئی ڈھونڈھا ہے مَداوا، رنجِ دوراں کا
"خلاؔ" سے کیا نظر آیا تجھے انساں کا مستقبل؟
کوئی کشتی کوئی ساحل کوئی جادہ کوئی منزل؟
پتہ کچھ چل سکا کب تک سویرا ہونے والا ہے
کبھی دنیا سے رخصت بھی اندھیرا ہونے والا ہے

○

نذرِ مہ لقا چندا

(اردو کی پہلی صاحبِ دیوان شاعرہ)

دو صدی بعد بھی تجھے "چندا"
حیدر آباد یاد کرتا ہے
حیدر آباد پہ ہے کیا موقوف
اک جہاں تجھ کو یاد کرتا ہے
شعر و نغمہ۔ ادب کے حلقوں میں
تیری جھنکار۔ تیرے چرچے ہیں
بذلہ سنجی تری۔ تری شوخی
تیری فیاضی، تری قدرِ ہنر
حسن سے پیار اور شعورِ فن
تیری ہر اک ادا مثالی ہے

یوں تو خود کم نہ تھی قیامت سے
کوئی کہتا تھا ماہ۔ کوئی "چاند"
پھر بھی فانی ہے حسنِ جسمانی
حسنِ خدمت ہے تیرا۔ لافانی
ناز کرتا ہے جس پہ ملکِ دکن !
فن سے فنکار زندہ رہتا ہے
اس حقیقت کو یاد رہے ہیں ہم
"مہ لقا"۔ آج بھی ہے تو، زندہ۔ !!



لیلیٰ خالد

(فلسطینی مجاہدہ)

حسین و نازنیں لیلیٰ ، بہادر نوجواں لیلیٰ
کبھی شعلہ، کبھی شبنم ، کبھی برقِ تپاں لیلیٰ
فلسطینی مجاہد، صنفِ نازک کی نمائندہ
رہے عزمِ جواں تیرا سلامت اور پائندہ
تو دُرگا ہے تو شکتی ہے تو سیتا ہے تو ہی مریم
جہاں تجھ سی کوئی عورت ہو پھر اس ملک کو کیا غم
تو لیلیٰ ہے مگر مجنوں کا تو نے رُوپ دھارا ہے
خود اپنی زندگی سے بڑھ کے تجھ کو دیش پیارا ہے
جیالی، سر بکف جھانسی کی رانی پھر ہوئی زندہ
بہت مدّت کی ایک بھُولی کہانی پھر ہوئی زندہ

درون خانہ کی شاعری

(المیہ)

صحن کے گوشے میں تھا لمبا درخت
گھونسلہ کوّے کا تھا جس میں چھپا
چین سے کوّے کا جوڑا تھا وہاں
کھانا، پینا، اُڑنا اور رہنا مگن
زندگی، زندہ دلی کا نام تھا
خود بخود وہ پیڑ جو تھا سر بلند
خشک ہوکر رہ گیا
کچھ گرمیاں ایسی پڑیں
کاٹ دینا ہی پڑا لمبا درخت
گھونسلہ کوّے کا نیچے گر پڑا

ایک بچہ جس میں تھا دبکا ہوا
اس کے پر پرزے ابھی چھوٹے ہی تھے
باپ ماں کے تھا وہ زیرِ پرورش
خود مگر اڑنے کے وہ قابل نہ تھا
خانماں برباد جوڑا مضطرب
غل مچاتا نالہ و شیون کناں
پاس ہی پھولوں کے ایک منڈوے تلے
رینگتے بچے کو لے کر اپنے ساتھ
ایک کونے میں فروکش ہو گیا
اور اپنے ننھے بچے کے لئے
باری باری سے غذا لاتا رہا
آشیاں بکھرا پڑا تھا سامنے
ڈر تھا بچے پر نہ آنچ آئے کہیں
دو پرندے کس قدر حیراں تھے
میرے گھر کے صحن کا یہ المیہ
ایک مدت تک خیالوں پر مرے چھایا رہا!

○

درون خانہ کی شاعری

(آم)

میری "بیگی" نے آم والے سے
لے لئے آم، جتنا دل چاہا
میں نے جب اعتراض اس پہ کیا
"سخت مہنگے ہیں آم اب کے سال
اتنی افراط سے نہ لو، سودا"
شوخ لڑکی یہ بولی اترا کر
چچا غالب کو بھی پسند تھے آم
ان کا یہ قول ہے بہت مشہور
"آم میٹھے ہوں اور ڈھیر سے ہوں"
آپ قیمت چکائیے، لیکن
ہم کو مطلب ہے آم کھانے سے!

O

درونِ خانہ کی شاعری

(میرا گھر)

میرا اک گھر ہے خوش نما سا گھر
حوض ہے صحن میں بڑا دلکش
رقص کرتا ہے جس میں فوّارہ!
مچھلیاں بھی تِھرکتی رہتی ہیں۔
پھول کی کیاریاں ہیں قوسِ قزح
تِتلیاں، بھونرے، چِڑیاں آتی ہیں
ساز، سنگیت، شعر، سب ہیں یہاں
غزلیں، حافظ کی مسکراتی ہیں!
پھر بھی لوگوں کو اعتراض ہے یہ
کیوں نہیں وقت کرتی ہیں ضائع
ان کی صحبت میں ان کی گپ شپ میں
بعض احباب مجھ سے پوچھتے ہیں
گھر سے اُکتاتی تم نہیں کیونکر؟

ہم اگر ایک شام گھر پہ رہیں
ہوتے ہیں اپنے آپ سے بیزار
اور الجھ بیٹھتے ہیں آپس میں
سن کے روداد ان کی ڈرتی ہوں
خود بخود دل ہی دل میں کہتی ہوں
شکر صد شکر میں نہیں بیزار
اپنے گھر، اپنے کنجِ عزلت سے
کس قدر نعمتیں ہیں میرے لئے
میرا گھر، گھر میں کام، کام میں دل
"میز" میری کتابیں، میرا قلم!
شانتی ملتی ہے مجھے گھر میں
گھر وہ جس میں ہیں ذمہ داریاں بھی
کبھی کچھ تلخیاں بھی آتی ہیں!
خواہ کتنے ہوں پھول آنگن میں
زندگی فرشِ گل نہیں ہوتی!
میرے خونِ جگر سے ہے رونق
میرے گھر بار میرے گلشن کی

تم سے کیوں ڈر لگتا ہے؟

(ٹالمین کی نظم کا ترجمہ)

نہ جانے تم سے مجھے خوف کیوں ہے ڈر کیوں ہے
تمہیں تو پھول کی مالاؤں سے سجایا گیا
تمہارے گُن تو زمانے نے گائے ہیں بے حد
تمہاری شان میں لکھے گئے قصیدے کئی
تمہاری دانش و حکمت ہے مستند بے شک
تمہارے وعدہ نبھانے کی بھی ہے دھوم بڑی
تمہارے نقشِ قدم ہیں نشانِ عزّت و جاہ
تم اک عقاب ہو جس نے پناہ دی اکثر
پروں کے سائے میں کتنے گناہ گاروں کو
مگر یہیں
بیس کے دانتوں کو بڑبڑاتے ہوئے

تمہارے حسن جہاں تاب کی بلندی پر
عجیب طرز سے اظہار رائے کرتا ہوں
یہ جانتے ہوئے تم بن رہے ہو لافانی
میں پھر بھی تم سے ہوں خائف
بہت ہی خائف ہوں!
یہ میرا خوف بہت پختہ اور گہرا ہے



میخانے میں ایک شخص

(رٹالمین کی نظم کا ترجمہ)

میں نے میخانے میں دیکھا ایک شخص
راکھ کا ہم رنگ جس کا رنگ تھا۔
اور ہونٹوں پر ہنسی بے کیف سی۔
فق تھا چہرہ۔ دونوں آنکھیں تھیں سوالوں کے نشاں
ہاتھ میں تھامے تھا وہ جام شراب
ایک عدد زیتون تھا جس میں پڑا۔
جام مے لب سے لگایا تک نہیں
ہاں! مگر زیتون کو اس نے ہلایا بار بار
ہاں! مگر زیتون کو اس نے گھمایا بار بار
گردشِ زیتون کے منظر میں وہ ڈوبا ہوا

گھورتا تھا جام کو کچھ اس طرح
جیسے اس کے کُل سوالوں کے جواب
جام کی تہہ سے اُبھر کر آئیں گے۔
مل سکا اس کو نہ کوئی بھی جواب
اُٹھ رہے تھے نت نئے لاکھوں سوال!
سانپ سا بل کھا کے ساتھ ہیبت کے وہ پیچھے ہٹا۔
میں یہ حالت دیکھ کر ڈر سے سُکڑ کر رہ گیا
ڈر لگا اس شخص کی نسبت عجب سا ڈر لگا!
اور کچھ اپنے تعلق سے لرز کر رہ گیا
اُف۔ نہ پوچھو خوف مجھ پر کس قدر طاری ہوا۔!



آنسو

(امریکن شاعر ٹاملین کی نظم کا ترجمہ)

چلو،
تمہاری آنکھ کے گوشے میں آخرش اک اشک
مقیم ہو ہی گیا، جاگزین ہو ہی گیا
یہ اشک ایسا ہے جیسے کہ منجمد بلّور
نہیں ہے جس کی دمک بہر زینتِ عالم
یہ وہ ہے جو ہے صداقت کا اک نمائندہ
تمہاری ذات میں ضم کر چکا ہے اپنے تئیں
یہ اشک وہ ہے کہ جو تم سے ہی ہے وابستہ
ہمیشہ ساتھ تمہارے ہے پاسباں کی طرح
ہنسی خوشی میں بھی شرکت ہے اس کی غم میں بھی
تمہارا ساتھ نبھاتا ہے کتنا مخلص ہے
ہزاروں یادوں کو لاتا ہے سامنے اکثر
تمہارے ساتھ ہی رہتا ہے تم نہیں تنہا!

○

گردشِ روزگار

(ٹالمین کی نظم کا ترجمہ)

دن نگل جاتا ہے بڑھ کے رات کو
رات بھی کر لیتی ہے دن کو ہڑپ
رفتہ رفتہ، دھیرے دھیرے جاب کر
روز و شب برسوں، کو کر لیتے ہیں ہضم
اس طرح بس، محو ہو جاتا ہے برسوں کا وجود
تہ بہ تہ تاریخ کی پرتوں میں پھر
خود بخود تبدیل ہو جاتے ہیں سال
زندگی کے ظلم و استبداد کی یہ چال ہے
داستاں ہے گردشِ ایام کی!

O

غزلیں

★



(بقیدِ یک قافیہ)

رنگین نظاروں سے ملاقات نہ ہوگی
گم گشتہ بہاروں سے ملاقات نہ ہوگی

بجلی سے تلاطم سے بھلا کیا تجھے وعدہ
طوفانِ گریزاں سے ملاقات نہ ہوگی

ہیں۔ میں نہیں اے دوست اگر مجھ سے ملے بھی
سچ مان کہ وہ مجھ سے ملاقات نہ ہوگی

کتنا بھی بلائیں انھیں کتنا بھی پکاریں
ایسے بھی ہیں جن سے کہ ملاقات نہ ہوگی

کیوں طاہرہ کیا فاصلے بڑھتے ہی رہیں گے
ان سے کبھی خوابوں میں ملاقات نہ ہوگی



پوچھو نہ کس کو یاد کئے جا رہا ہے دل
بیٹھے بٹھائے خُوب سزا پا رہا ہے دل

جتنے تھے رنگ اُن کے ہی دامن میں رچ گئے
بے رنگیٔ حیات سے اُکتا رہا ہے دل

نظروں سے کیسے کیسے مناظر گزر گئے
پھر بھی ابھی فریبِ نظر کھا رہا ہے دل

کیا ہو گیا یہ کس کی عنایت کا فیض ہے
زخموں سے لالہ زار نظر آ رہا ہے دل

وہ شخص جس نے طاہرہ، یکسر بھُلا دیا
اُس شخص ہی کی یاد میں گھبرا رہا ہے دل



پُرسشِ غم یوں نہ کر لے صاف تڑپانے کا نام
خونِ دل خونِ جگر ہے میرے افسانے کا نام

تو جو آیا بھی تو اک جھلکی سی بن کر خواب میں
ظلم تھا آنے کا تیرے، ہے ستم جانے کا نام

چپ رہی پگھلی، تپی سینے میں لے کر اشتیاق
شمع نے روشن کیا یوں اپنے پروانے کا نام

چشمِ ساقی نے نہ جانے کیا ملایا جام میں!
کوئی لیتا ہی نہیں اب ہوش میں آنے کا نام

طاہرہ! پاسِ گریباں ہے نہ دامن کی خبر
پھر تصوّر نے لیا اس بزم میں جانے کا نام



حیاتِ شوق کا مدفن مجھے بُلاتا ہے
خیال و خواب کا آنگن مجھے بُلاتا ہے

نگاہِ شام نے اک بار بھی نہ یاد کیا
مہک مہک کے مدھوبن مجھے بلاتا ہے

مری اُجاڑ بہاروں پہ تبصرہ کرنے
صبا کے دوش پہ گلشن مجھے بلاتا ہے

خبر بھی ہے تجھے اے بے خبر کدھر ہے نظر
عجیب طنز سے درپن مجھے بُلاتا ہے

جب ایک بھی نہ رہا اشک میری آنکھوں میں
حضور آپ کا دامن مجھے بُلاتا ہے

غبار و خارِ مُغیلاں کی محفلوں سے پرے
ہرا بھرا کہیں ساون مجھے بلاتا ہے

نہ جاؤں کیسے بھلا طاہرہ، سوئے مقتل
ادائے خاص سے دشمن مجھے بُلاتا ہے



طلوعِ ماہ میں جیسے جمال میرا تھا
غروبِ مہر میں حزن و ملال میرا تھا

مرے نصیب کہ وہ بھی بچھڑ گیا مجھ سے
زمانے بھر میں جو اک ہم خیال میرا تھا

درِ فقیر پہ سر میرا خم ہوا اکثر
نگاہِ شاہ جھکے وہ جلال میرا تھا

یہ میرا نام تھا جس نے مجھے کیا گھایل
میرا وجود ہی وجہِ زوال میرا تھا

کوئی ثبوت نہیں گرچہ میرا قتل ہوا
کمال آپ کا تھا یا کمال میرا تھا

خدا سے بھی مجھے کچھ مانگنے سے شرم آئی
جو اٹھ سکا نہ وہ دستِ سوال میرا تھا

سکوں کہیں نہ ملا طاہرہ کسی صورت
اک اضطرابِ مسلسل مآل میرا تھا



ہم نے اپنے کو خود تباہ کیا
اُن سے آغازِ رسم و راہ کیا

آپ جنّت سے ہو گئے بیزار
ہم نے دوزخ سے بھی نباہ کیا

وہ ہمارے ہیں ہم یہ سمجھے تھے
کس قدر سخت اشتباہ کیا

آپ الزامِ بے وفائی دیں
قتل اپنا خدا گواہ کیا

داغِ ہجراں کی تیرہ بختی نے
چاندنی رات کو سیاہ کیا

دل نے سننے سے کر دیا انکار
عقل نے لاکھ انتباہ کیا

بعد مٹنے کے پوچھا میرا حال
آپ نے لطف بے پناہ کیا

چاہنا آپ کو گناہ نہ تھا
اور اگر تھا تو اک گناہ کیا

طاہرہ! اعتبار اور اُن کا
جو نہ کرنا تھا ہم نے آہ کیا

○



کیا پلٹ آئیں گے اک روز، نہ آنے والے؟
"یاد آتے ہیں بہت روٹھ کے جانے والے"

شمع پروانوں سے با دیدۂ نم کہتی تھی
خود بھی جل جاتے ہیں اوروں کو جلانے والے

صرف زخموں پہ نمک پاشی سے ان کو مطلب
کیسے بے رحم ہیں ظالم ہیں زمانے والے

جس کو چاہیں اسے رسوا سرِ بازار کریں
ایسی بے پَر کی اڑاتے ہیں اڑانے والے

وہ جو راہوں میں مری خار بچھا دیتے تھے
آج تربت پہ ہیں کیوں پھول چڑھانے والے

طاہرہ، اہلِ وفا رہ گئے مجرم بن کر
فاتحِ وقت ہوئے تیر چلانے والے



خزاں کے دور میں اور موسمِ بہار کی بات
چلی فضاؤں میں پھر ان کے انتظار کی بات

عداوتوں کے سندیسے قصیدے طعنوں کے
کبھی نہ سننے میں آئی کہیں بھی پیار کی بات

ہزار چاہا نہ رسوا ہو اپنی وحشتِ دل
اڑی ہواؤں میں دامانِ تار تار کی بات

نہ ڈبڈبائیں میری آنکھیں ان کے نام کے ساتھ
نہیں ہے طاہرہ یہ میرے اختیار کی بات



آگیا، آنا تھا طوفانِ بلا آخرِ شب
کچھ دعاؤں سے بھی حاصل نہ ہوا آخرِ شب

شمع خاموش ہوئی ڈوب گیا چاند کا دل
بزم سے کون اُٹھا کون چلا آخرِ شب

لاکھ ناقوس کی لَے، لاکھ مؤذن کی صدا
محوِ غفلت تو مگر محو رہا آخرِ شب

رات بھر در پہ لگائے ہوئے آنکھیں تھا کوئی
صرف تنہائی کا انعام ملا آخرِ شب

صبح دم لے کے صبا نکہتِ گُل آئے گی
یوں پپیہے نے کئی بار کہا آخرِ شب

زندگی دردِ محبت کے سوا کچھ بھی نہیں
آخرش طاہرہ یہ راز کُھلا آخرِ شب



تھی کسے فرصت کہ کاندھا دے کوئی روتے ہوئے
خود جنازہ لے کے اپنا چل پڑے ہنستے ہوئے

ہم کبھی گزرے تھے اس بستی سے جیسے خواب میں
کس قدر اب اجنبی ہیں راستے دیکھے ہوئے

ہائے قسمت کتنی صدیاں ڈھونڈھتے بیتیں انھیں
"کون جانے کب ملیں اس بار کے بچھڑے ہوئے"

اب نہ کوئی آرزو ہے اور نہ داغِ آرزو!
شیشۂ دل اس طرح ٹوٹا کہ بس ٹکڑے ہوئے

دفعتاً پھر یاد کس کی آ گئی، تڑپا گئی!
طاہرہ، رخسار پہ کچھ اشک ہیں مچلے ہوئے



کسی نے لُطف فرمایا تو ہو گا
درِ دولت پہ بُلوایا تو ہو گا

مری بربادیوں، پامالیوں کا
فلک نے خود بھی غم کھایا تو ہو گا

خزاں میں بکھرے پتّے دیکھنے پر
انھیں میرا خیال آیا تو ہو گا

تڑپ کیا رائیگاں جاتی ہے دل کی
تڑپ کر اُن کو تڑپایا تو ہو گا

چمن میں بُلبلِ رنگیں نوا کو
کسی نے میری رُلوایا تو ہو گا

انھیں کا فیض غم ہے میرے فن میں
بہت کچھ کھو کے کچھ پایا تو ہو گا

عذابِ روح سے اب کیا شکایت
میری قسمت کا سرمایہ تو ہو گا

کسی نے طاہرہ مجھ کو مٹا کر
انوکھے پن سے اپنایا تو ہو گا!

○



زندگی کیا تھی؟ بلا ہو جیسے
بددعا، قہرِ خدا ہو جیسے

پیار کا ایسا ملا ہے بدلہ
پیار کرنے کی سزا ہو جیسے

دلِ ویراں میں ملاقات کا خواب
ریگ میں پھول کھلا ہو جیسے

غمِ دوراں کی بھیانک فریاد
"میرے ہی دل کی صدا ہو جیسے"

ایک ایسا بھی تبسّم دیکھا
زہر۔ امرت میں ملا ہو جیسے

طاؔہرہ ان کے تصوّر کی جھلک
نکہتِ موجِ صبا ہو جیسے



مدّتوں سے بجھا بجھا ہے دل
پھر بھی جیسے سُلگ رہا ہے دل

دھڑکنوں میں کسی کا نام نہیں
جاگتا ہے کہ سو گیا ہے دل

ہائے وہ دن کہ جب یہ لگتا تھا
پھُول گلشن کا اَدھ کھِلا ہے دل

ساری دُنیا کا درد اپنائے
سینے میں درد آشنا ہے دل

دل امانت ہے ایک کافر کی
گرچہ مومن ہے پارسا ہے دل

طاہرہ، جس میں پیچ و خم تھے ہزار
پھر اسی راستے چلا ہے دل



کِسے بیگانہ کہے کس کو پکارے اپنا
زندگی سوچ کے سائے میں کھڑی ہے تنہا

پھول تو پھول ہیں کانٹوں نے بھی منہ موڑ لیا
جانِ گلشن تھے کبھی ہم، نہ کوئی پہچانا

دھندلی پرچھائیاں یادوں کی یکایک اُبھریں
ایسا لگتا ہے تمہیں ہم نے کہیں تھا دیکھا

کسی بے رحم جفاکیش کو سُوجھا ہے مذاق
بعد اک عمرِ تغافل کے ہے اب خط لکھا

طاہرہ آئینے میں چار ہوئیں جب آنکھیں
رُوبرو کون ہے یہ دیکھ کے سکتہ سا ہوا



مختصر عمرِ گریزاں ہے ذرا جلد آؤ
منتظر شامِ بہاراں ہے ذرا جلد آؤ

تم سے مل کر کئی صدیاں سی لگی ہیں جیسے
پھر سے ملنا نہیں آساں ہے ذرا جلد آؤ

کاٹے کھاتی ہیں مگر کٹ نہیں پاتیں گھڑیاں
بڑی لمبی شبِ ہجراں ہے ذرا جلد آؤ

گتھیاں، اُلجھنیں، ہنگامے عجب عالم ہے
زندگی خوابِ پریشاں ہے ذرا جلد آؤ

طاہرہ، اُن سے کوئی کہہ دے زراہِ احساں
ڈوبنے کو دلِ ویراں ہے ذرا جلد آؤ



مجھے مار ڈالا حیات نے میں کروں تو کس کا گلہ کروں
یہ ازل سے میرا نصیب ہے یہ مرض نہیں کہ دوا کروں

مرے غم کی پوچھو نہ ابتدا مرے غم کی پوچھو نہ انتہا
مرا غم سے گہرا ہے رابطہ میں نشاط لے کے بھی کیا کروں

نہ صنم ملا نہ خدا ملا، مرا راستہ تھا عجیب سا!
کسے پوجوں از رہِ بندگی میں نماز کس کی ادا کروں؟

مرے دل پہ گزریں قیامتیں مرے حال کی تھی کسے خبر
یہ اُصول میرا رہا سدا، پڑے جو بھی مجھ پہ سہا کروں

نہ سلام لاتی ہے اب صبا نہ گھٹائیں کوئی سندیس ہے
وہ کہاں ہیں چٹھیاں طاہرہ جنھیں بار بار پڑھا کروں



خامشی میں شام کی نکلی ہوں رونے کے لئے
زُلفِ شب میں اشک کے موتی پرونے کے لئے

دامنِ کُہسار کی ٹھنڈی ہوائیں مشک بیز
چھیڑتی ہیں رُوح کو بیتاب ہونے کے لئے

جھلملاتے آسماں سے ٹوٹ کر تیرِ شہاب
جا رہے ہیں کس طرف نشتر چبھونے کے لئے

خلوتِ شب میں نکل کر گھر سے ویرانے میں آج
آئی ہوں اشکوں سے زخمِ دل کو دھونے کے لئے

آ رہی ہے طاہرہ۔ صحرا سے رہ رہ کر صدا
چاندنی راتیں نہیں شاعر کے سونے کے لئے



سُنو تو سب کی مگر اپنے دل کی کہہ نہ سکو
اُف اس سے بڑھ کے کوئی اور عذاب کیا ہو گا

وہ اک نگاہ اُڑاتی ہے سر سے ہوش و حواس
تمہاری بزم میں جامِ شراب کیا ہو گا

بہار پھر سے بُلاتی ہے جانبِ صحرا
جُنوں نہیں تو اب اس کا جواب کیا ہو گا

ہماری کشمکشِ زندگی کے قصّے سے
عجیب تر کسی مجنوں کا خواب کیا ہو گا

انھوں نے طاہرہ بالکل ہیں نہ پہچانا
الٰہی اس سے بڑا انقلاب کیا ہو گا



نہ جانے کیوں مجھے بھولے فسانے یاد آتے ہیں
کبھی بے خود بناتے ہیں کبھی پہروں رُلاتے ہیں

یہ آخر ہو گیا ہے کیا مجھے میں خود بھی حیراں ہوں
کلیجہ منہ کو آتا ہے مگر لب مُسکراتے ہیں

نہ پوچھو کس قدر رنگین ہے راتوں کی تنہائی
قمر قصّے سُناتا ہے ستارے گنگناتے ہیں

بہاریں جب پلٹتی ہیں گلوں کے قافلے لے کر
یہی محسوس ہوتا ہے وہ آتے ہیں وہ آتے ہیں

تجھے عادت ہے ضبطِ غم کی لیکن طاہرہ پھر بھی
تری پلکوں پہ کیوں موتی سے اکثر جھلملاتے ہیں



یہ کون آگیا نظروں میں انتقام لئے
لبوں پہ تلخ تبسم کا اہتمام لئے

کسی کی یاد کو ہم نے کچل دیا تھا مگر
پھر آج آگئی موجِ صبا، پیام لئے

نہاں تھی تیرگیٔ شب میں چاندنی کی کرن
چمک اٹھا ہے فلک پھر مہ تمام لئے

عجب کشاکش و مستی ہے بزمِ ہستی میں
کہیں پہ تشنہ لبی اور کوئی ہے جام لئے

وہ جس نے طاہرہ بھیجی اجل ہمیں لینے
اٹھے جہاں سے زباں پر اسی کا نام لئے



ہے زباں سوزِ دل کی زبانِ غزل
داستان عشق کی داستانِ غزل

کس قدر سادگی کس قدر بانکپن
ہے سراپا کوئی ترجمانِ غزل

ہے غزل کی کشش بن گئے خود بخود
دشمنانِ غزل، دوستانِ غزل

کہتے ہیں فارسی کو زبانِ غزل
تجربہ ہے کہ اُردو ہے جانِ غزل

طاہرہ کتنی دلکش ہے وہ انجمن
ہوں جہاں چند اک قدردانِ غزل



غم بڑھ گیا ہے آپ کو غم خوار دیکھ کر
نظروں میں بے رخی کے عوض پیار دیکھ کر

دنیا کے کام بن نہ سکے عزم ماسوا
حیراں ہوں اس زمانے کی رفتار دیکھ کر

صحرا نوردیوں کی ہے عادت کچھ اس طرح
گھٹتا ہے دم مرا در و دیوار دیکھ کر

کیا خاک وہ سفر ہے نہ ہوں جس میں پیچ و خم
اُٹھتے نہیں قدم رہِ ہموار دیکھ کر

ہاں ۔ طاہرہ حیات بھی بگڑی ہوئی سی ہے
یوں مجھ کو آج جینے سے بیزار دیکھ کر



وہ وقارِ فاتحانہ وہ نگاہِ کافرانہ
وہ لبوں پہ مسکراہٹ مری موت کا بہانہ

یہی حاصلِ محبت یہی لازوال نعمت
مری آہِ صبح گاہی مرا نالۂ شبانہ

مری سرکشی کے بدلے مجھے نعمتیں عطا کیں
اُسے بھا گئی ہے شاید یہ ادائے باغیانہ

"کوئی فاتحِ قمر ہو کوئی فاتحِ خلا ہو
جو دلوں کو فتح کر لے وہی فاتحِ زمانہ"

مجھے طاہرہ، ملی ہے کچھ ازل سے ایسی فطرت
نہیں دشمنی کسی سے مرا سب سے دوستانہ



خود خزاں بھی پھولوں کا لے کے ہار آتی ہے
حاصلِ خزاں بن کے جب بہار آتی ہے

بھینی بھینی خوشبوئیں دل میں جنبشِ وحشت
کیا بہار آتی ہے کیا بہار آتی ہے

میں نے صحنِ گلشن میں دو ہی صورتیں دیکھیں
یا بہار جاتی ہے یا بہار آتی ہے

میں قفس میں ہوں نالاں کس کو وجد آئے گا
کیوں بہار آتی ہے کیوں بہار آتی ہے

طاہرہ، دلِ ویراں آج پھر غزل خواں ہے
پھر بہار آتی ہے پھر بہار آتی ہے



کیا ہو گیا نہ جانے یہ کیا ہو گئے ہیں ہم
جیتے ہیں پھر بھی جیسے فنا ہو گئے ہیں ہم

کل تک جو زندگی تھی خفا ہم سے اے ندیم
اس زندگی سے آج خفا ہو گئے ہیں ہم

جب سے پڑی ہے دل پہ ترے حُسن کی کرن
رنگِ بہار، لُطفِ صبا ہو گئے ہیں ہم

ایسی بھی آئی ہے کبھی اک منزلِ حیات
اپنے سے بھی خود آپ جُدا ہو گئے ہیں ہم

غم نے ہمیں دیا ہے یہ انعام طاہرہ!
ہر دردمند دل کی دوا ہو گئے ہیں ہم



بزمِ دوستاں میں یوں دل مرا رہا تنہا
جس طرح ستاروں میں چاند ہے سدا تنہا

غم کا کچھ سہارا تھا وہ بھی اب نہیں باقی
آج کوئی دنیا میں پھر سے ہو گیا تنہا

چل دیئے مسافر سب، ساحلِ مراد آیا
پار کر کے کشتی کو خود ہے ناخدا تنہا

گل فشاں بہاریں ہیں اور دردِ تنہائی
میرے بھولنے والے کاش آ بھی جا تنہا

یہ نسیم آوارہ، کون اس کا ساتھی ہے
طاہرہ، زمانے میں ایک میں ہوں کیا تنہا



بیٹھے بیٹھے یاد آئی ایک شامِ رستاخیز
الوداعی وہ نظریں کس قدر تھیں درد آمیز

زہرِ زیست پی کر بھی خوش ہوں اور زندہ ہوں
تلخیاں بھی ہوتی ہیں واقعی نشاط انگیز

دامنِ سحر میں کیوں نکہتوں کا دریا ہے
کیا بکھر گئی ان کی زُلفِ مشک و عنبر ریز

زندگی ہے اک نغمہ، اجنبی، انوکھا سا
خونِ دل کا پیمانہ جب سے ہو گیا لبریز

طاہرہ، تجھے کب سے رفعتیں بُلاتی ہیں
اے اسیرِ خار و گل، اب بھی وقت ہے برخیز"



(بقید یک قافیہ سے بھی آزاد غزل)

ہاتھوں سے میرے رنگِ حنا کون لے گیا
دامن سے میرے گُل کی مہک کون لے گیا

حیراں ہوں زعفرانی سی پرچھائیں دیکھ کر
رُخسار سے یہ رنگِ شفق کون لے گیا

آنکھیں وہی ہیں آنکھوں میں افسانے وہ نہیں
آنکھوں سے کیف خوابِ حسیں کون لے گیا

سرمایۂ حیات تھا میرا جُنونِ شعر
میری بساطِ شعر و سخن کون لے گیا

اب جانے کیوں کسی سے بھی دلبستگی نہیں
سینے کو چیر کر مرا دل کون لے گیا

ہونٹوں پہ مُہرِ خاموشی، رنگت اُڑی اُڑی
کیوں طاہرہ تمہاری ہنسی کون لے گیا



طاہرہ، خاکِ بداماں ہے ہمیشہ کی طرح
آج بھی، چاکِ گریباں ہے ہمیشہ کی طرح

ریت بدلی ہے نہ بدلے گی جنوں کی ہرگز
ہم سفر خارِ مغیلاں ہے ہمیشہ کی طرح

ایک سایہ سا نظر آتا ہے دل کے نزدیک
ساتھ رہ کر کوئی پنہاں ہے ہمیشہ کی طرح

شکریہ، حال مرا پوچھنے والے تیرا
زندگی اک شبِ ہجراں ہے ہمیشہ کی طرح

سلطنت فقر کی ہے کلبۂ درویشی میں
بوریا، "تختِ سلیماں" ہے ہمیشہ کی طرح

مسکراتے ہوئے ہونٹوں کا نہ دھوکا کھانا
آنکھیں میری وہی گریاں ہیں ہمیشہ کی طرح



چاند کو دیکھ کے جی جاتا ہے دل
رات کے حُسن کو پی جاتا ہے دل

رقصِ بسمل کی جہاں محفل ہو
ایسے مقتل میں کبھی جاتا ہے دل

ضد پہ جب آئے تو کیا کر بیٹھے
وقت کے زخموں کو سی جاتا ہے دل

دلِ ناداں بھی ہے کیا رندِ خراب
تلخ سے تلخ ہو پی جاتا ہے دل

طاہرہ، جتنا بھی روکا جائے
پاس ایک شخص کے ہی جاتا ہے دل



یوں تو غم مستقل نہیں ہوتا
زخمِ دل ، مندمل نہیں ہوتا

جان لیوا ہے پھول کا موسم
یہ کبھی معتدل نہیں ہوتا

بے وفائی کے ساتھ دعویٰ عشق
مرہمِ جان و دل نہیں ہوتا

درد کی گود کا ہے پروردہ
دل مرا مضمحل نہیں ہوتا

طاہرہ ، میرے گھر کا اندھیارا
کیوں کہیں منتقل نہیں ہوتا



کہوں کیا طاہرہ، کُھلتی نہیں جیسے زباں اپنی
یہی بہتر ہے ناگفتہ رہے گر داستاں اپنی

ہمارے خون سے مہندی رچائی ہولیاں کھیلیں
نظر پھر بھی نہیں آتیں انھیں رنگ رلیاں اپنی

عُروجِ آدمِ خاکی" کے کیا کہنے، سُبحان اللہ
زمیں سے تا فلک مشہور ہیں بدنامیاں اپنی

کہیں پر فرشِ گُل بن کر کہیں رنگِ شفق بن کر
اُبھر آئی ہیں کس کس رنگ میں پرچھائیاں اپنی

ہزاروں سختیاں جھیلیں بہت کچھ امتحاں آئے
بلندی پر رہی دائم مگر فکرِ جواں اپنی



ابر چھٹتا نہیں، دن نکلتا نہیں، ہجر کی رات آخر کدھر جائے گی
اس سے پہلے بھی آئے کئی حادثے، خیر سے یہ بھی ساعت گزر جائے گی

ہے اشارہ نظر کا بڑا جانفزا، پھر بھی ناداں نہیں سب سمجھتے ہیں ہم
ان کی چشمِ فسوں گر سے امید ہے وعدہ کر کے وہ یکسر مکر جائے گی

کیا تڑپتے رہیں ہم ہمیشہ یونہی، کیا ہمارا نہیں کوئی بھی چارہ گر
آہِ سوزاں بھٹکتی رہے گی سدا۔ کیا کبھی بھی نہ یہ عرش پہ جائے گی

زُلف لہرا کے آئے بہاراں میں وہ۔ الاماں پھر قیامت قریب آ لے گئی
کتنے فرزانے دیوانے بن جائیں گے یہ بلا، ہائے کس کس کے سر جائے گی

زندگی قید ہے، قید بے قید ہے، ایک دل لاکھ غم کوئی کیسے جئے
گر اسی رنگ میں اور جینا پڑا، طاہرہ قید میں گھُٹ کے مر جائے گی



سارے جہاں میں تُو ہی تو اک راز دار ہے
کہنے کو دُور دُور ہے بیگانہ وار ہے

ملنے کی آرزو کی تڑپ تھی کہ الاماں
ملنے کے بعد اور بھی دل بے قرار ہے

وہ زندگی جو زہر کا پیالہ تھی کل تلک
وہ اب کنول کا پھول ہے رنگِ بہار ہے

ہر جنبشِ نگاہ اشارہ ہے، رمز ہے
ہر لفظ تیرا دوست کلیجے کے پار ہے



تیر۔ سینے کے پار کرتے ہیں
واہ۔ کیا خُوب وار کرتے ہیں

آپ اور پوچھتے ہیں میرا مزاج
کیوں مجھے شرمسار کرتے ہیں

پاس اپنے بُلا کے آپ اکثر
اور بھی بے قرار کرتے ہیں

نہ کوئی مدّعا نہ کچھ مقصد
ہم ہیں دیوانے پیار کرتے ہیں

ہم فقیروں پہ سو طرح سے آپ
کرم بے شمار کرتے ہیں

طاہرہ، صبح اُن کے درشن کا
رات بھر انتظار کرتے ہیں



اُٹھو، ورودِ بہاراں کا اہتمام کرو
قدم قدم پہ چراغاں کا انتظام کرو

ڈرا رہا ہے زمانہ ڈرانے دو لیکن
گُلوں کا فرش بچھاؤ تم اپنا کام کرو

ہے اختیار تمہیں، تم ہو صاحبِ شمشیر
کہوں تو کیسے کہوں یوں نہ قتلِ عام کرو

اُٹھاؤ ساز و صراحی وہ آنے والے ہیں
حواس و ہوش و خرد آج نذرِ جام کرو

دلوں کا توڑنا آساں ہے کچھ کمال نہیں
جو ہو سکے تو کسی سنگِ دل کو رام کرو

خدائے حُسن ہیں وہ طاہرہ، گلہ کیسا
جواب دیں کہ نہ دیں پھر بھی تم سلام کرو



چاندنی رات کتنی پیاری رات
بن تمہارے ہے بھاری بھاری رات

صبح کے ساتھ آؤ گے
بس اِس اُمید پر گزاری رات

جب سے سپنوں میں تم نہیں آتے
رات ہی رات ہے ہماری رات

رنگ لائے کہیں نہ نزدیکی
روتے گزرے نہ ساری ساری رات

طاہرہ ۔ کیا وہ آنے والے ہیں
چاند تاروں نے ہے سنواری رات



اے مرکزِ خیال، خیالوں کو کیا کروں
تیرا خیال دل سے میں کیسے نکال دوں

اب زندگی کی شام بھی ڈھلنے کا وقت ہے
اپنا پتا بتا کہ کہاں تجھ سے آ ملوں

گلشن میں یوں تو غنچہ و گل کا ہجوم ہے
حصّے میں میرے ہے کہ فقط خار ہی چنوں

پختہ ابھی ہوا نہیں ذوق و شعورِ عشق
قسمت کا فیصلہ ہے کہ صدمے ابھی سہوں

تفریح خونچکاں ہے مری شاعری کی دھن
جب بھی کہے ہیں شعر بہایا ہے دل کا خوں

اُن کا وہ ہنس کے پوچھنا ہے یاد آج تک
اے طاہرہ، تمہاری ان آنکھوں میں اشک کیوں



کیا بتائیں کہ کتنے ہیں مجبور
پاس رہ کر بھی تم سے دُور ہی دور

ظلمتیں کیوں نہ ہم سے گھبرائیں
ہے کسی کا خیال جلوۂ طور

ساری دنیا خلاف بھی ہو تو کیا
ذات پر ہیں کسی کے ہم مغرور

زندگی تلخیوں کا جام سہی!
پھر بھی ملتا ہے اس سے کیف و سرور

شیشہ گر کیا تجھے نہیں معلوم
شیشۂ دل ہوا ہے چکنا چُور

طاہرہ، قربِ دوست حاصلِ ہجر
کیا ہوا ہم رہے جو دُور ہی دُور



آفتاب اور ماہتاب کہاں
رُخ سے سرکی ترے نقاب کہاں

ان کے لطف وکرم نے دل توڑا
وہ غضب اور وہ عتاب کہاں

ہم سے جنّت کی بات کر واعظ
خوفِ دوزخ کہاں عذاب کہاں

موت ہے دل کی آرزوئے طرب
لذّتِ دردِ بے حساب کہاں

داغِ عصیاں بہت میں دھو ڈالیں
"ساقیا، آ شرابِ ناب کہاں"



دل و نظر کا تماشا بنائے بیٹھے ہیں
جو تیرے نام کی دھونی رمائے بیٹھے ہیں

نہ جانے کون سا مہتاب آنے والا ہے
ستارے بزم جو اپنی سجائے بیٹھے ہیں

یہ راز، "راز" ہے اس کی تجھے خبر کیا دوست
ہم اپنے دل میں تجھ ہی کو چھپائے بیٹھے ہیں

جنھیں تلاش کیا جا رہا تھا مدت سے
وہ اپنی بزم میں مدت سے آئے بیٹھے ہیں

انھیں کی جیت انھیں کا ہے حق بہاروں پر
ہجومِ غم میں جو غم کو بھلائے بیٹھے ہیں



ہماری آہ میں شامل ہوئی خوشی کیسے
دلِ فسردہ میں احساسِ تازگی کیسے

خزاں تو موت کے نغمے سُنا رہی ہے مگر
خزاں کی گود میں اک اَدھ کھلی کلی کیسے

بہار آئی بھی رخصت بھی ہو گئی لیکن
جنوں کی فصلِ بہاراں میں بے حسی کیسے

گزارنا ہے بہر حال کٹ ہی جائے گی!
ترے بغیر مگر دوست زندگی کیسے

ہمیں تو آپ سے مطلق گلہ نہیں پھر بھی
نظر یہ آپ کی آخر جھکی جھکی کیسے



مسیحا نے ہی گھائل کر دیا ہے
خیالِ زیست زائل کر دیا ہے

کرم فرمائیاں تیری سلامت
زمانے بھر کو سائل کر دیا ہے

کسی بیدرد نے یوں درمیاں کیوں
حجابِ حُسن، حائل کر دیا ہے

بشر کی عرش تک جولانیوں نے
خدا کا اب تو قائل کر دیا ہے

تبسم نے کسی کے طاہرہ پھر
مجھے نغموں پہ مائل کر دیا ہے



دلاسا دے کے مجھ کو پرسشِ غم کرنے والے ہیں
نہ جانے آخرش کیوں فکرِ مرہم کرنے والے ہیں

ہزاروں بار مرجاؤں ہزاروں بار جی اُٹھوں
سُنا ہے لاش پر میری وہ ماتم کرنے والے ہیں

کچھ اس انداز سے بکھری ہیں زلفیں روئے روشن پر
نظامِ دو جہاں گویا وہ برہم کرنے والے ہیں

نگاہِ قہر بھی دھوکا کبھی دیتی ہے کیا کیا کچھ!
گماں ہوتا ہے جیسے لطفِ پیہم کرنے والے ہیں

کہاں تک رنجِ دوراں سے نبھائیں گیت گا گا کر
شکایت طاہرہ، اب ہم بھی کم کم کرنے والے ہیں



کس کو تڑپائے گی ماتھے کی شکن میرے بعد
دیکھ کر کون تجھے ہو گا مگن میرے بعد

مجھ سا دیوانہ و دل دادہ و دل خوش نہ ملا
یاد کرتے ہیں مجھے دار و رسن میرے بعد

میرے اشعار میں شامل ہے مرا خونِ جگر
رنگ لائے گا مرا رنگِ سخن میرے بعد

مجھ سے ہے میرے وطن میرے چمن کی زینت
سونا سونا نظر آئے نہ دکن میرے بعد

طاہرہ، یاد کریں گے مجھے گاہے گاہے
اہلِ دل، اہلِ قلم، اہلِ سخن میرے بعد



وہ خود بھی رو دیئے آخر رُلا کے
نئے انداز ہیں یہ بھی جفا کے

کبھی چھُپ کر قیامت ڈھا گئے وہ
کبھی تڑپا گئے، جلوہ دکھا کے

چمن میں پھر سے ہے جشنِ بہاراں
قفس میں رہ گئے ہم پھڑپھڑا کے

کِسے بتلائیں کیا گزری ہے دل پر
پیئے ہیں کتنے آنسو مُسکرا کے

بہت کچھ ہو چکی خدمت بتوں کی
ذرا دیکھو خدا سے لَو لگا کے

نہیں اے طاہرہ اک تو ہی گریاں
سہے ہیں ہم نے بھی صدمے بلا کے



غم سے سوزِ حیات باقی ہے
رونقِ کائنات باقی ہے

نور سے بھی نہ مٹ سکی ظلمت
بجھ گئی شمع رات باقی ہے

پیاسے ہونٹوں کی داستاں کہنے
ہوئیں صدیاں، فرات باقی ہے

زندگی جیسی ہے غنیمت ہے
ابھی راہِ نجات باقی ہے

شبِ غم کی سحر نہ ہو جائے
چاند تارے ہیں رات باقی ہے

ایک غم ہے کہ ہے مرا ہمدم
اس کے دم سے حیات باقی ہے

اور گنجائشِ کرم ہے ہنوز؟
اور کچھ التفات باقی ہے

ابھی آنکھوں میں اشک باقی ہیں
ابھی آبِ حیات باقی ہے

طاہرہ، جو بھی ہے وہ ہے فانی
صرف اک اس کی ذات باقی ہے

○



دیارِ دوست کو اشکوں سے لالہ زار کریں
دلِ حزیں کو ذرا اور سوگوار کریں

پھر ایک بار طوافِ حریمِ یار کریں
جنونِ شوق میں دامن کو تار تار کریں

سجائیں محفلِ یادِ حبیب دھوم کے ساتھ
بہائیں خونِ جگر، تازہ یادِ یار کریں

وہ شہرِ آرزو مدفن ہے جو بہاروں کا
اُسی چمن میں چلیں جشنِ یادِ یار کریں"

نمازِ نیم شبی ہو کہ ہو وہ رنگِ غزل
ہر ایک رنگ میں لازم ہے یادِ یار کریں

وہ رہ گذر کہ جہاں سے کبھی وہ گزرے تھے
وہیں پہ طاہرہ، پھر ان کا انتظار کریں



دل بہلتا نہیں بہاروں میں
کیوں اُداسی ہے لالہ زاروں میں

رات کیوں اس قدر اندھیری ہے
روشنی کیوں نہیں ستاروں میں

وہ ہمالہ کی شامِ کیف آگیں
لُطفِ فردوس تھا نظاروں میں

بربطِ حور کی سُنہری گت
رقص کرتی تھی آبشاروں میں

آنکھ میں میری آ گئے آنسو
یاد آئی تری بہاروں میں

طاہرہ مٹ چکا ہے نام ونشاں
پھر بھی یکتا ہیں ہم ہزاروں میں



جنونِ عزم جواں، نسلِ نوجواں میں نہیں
حرارتِ گل زر بزمِ گُل رخاں میں نہیں

قفس میں ہم تھے نشیمن تھا برق کی زد میں
بھری بہار میں کیا تھا، جو اب خزاں میں نہیں

ہمارے خون سے لکھی گئی کتابِ چمن
ہمارا نام کہیں پھر بھی داستاں میں نہیں

وہ زندگی جو مسلسل حیات ہو، بے لطف
سرور و کیف و کشش عمرِ جاوداں میں نہیں

زبانِ شعر و سخن سے بھی حق ادا نہ ہوا،
تڑپ جو دل میں ہے وہ طاہرہ بیاں میں نہیں



پچھلے پہر پپیہا کہیں بولتا رہا
سوئی ہوئی فضا میں شکر گھولتا رہا

رنگینیٔ بہار میں جب یاد آئے وہ
پلکوں پہ کوئی لعل وگہر، رولتا رہا

بازارِ زندگی میں ہمارا دلِ حزیں
دنیا کے سارے رنج والم مولتا رہا

اس طائرِ اسیر کی ہمت کو مرحبا
کنجِ قفس میں رہ کے جو پَر تولتا رہا

تنہائیوں میں طاہرہ جنت سی مل گئی
ان کا خیال دل کے قریں ڈولتا رہا



سکون مانگا تھا ، بے تابیاں نہ مانگی تھیں
خدا سے ہم نے تو بربادیاں نہ مانگی تھیں

بڑے ہی شوق سے شمعیں جلائی تھیں دل نے
رہِ حیات میں تاریکیاں نہ مانگی تھیں

نہ جانے کونسی تقصیر پر ملی یہ سزا
شعور و عقل کی گہرائیاں نہ مانگی تھیں

ہمیں بھی طاہرہ! احساسِ لالہ و گُل تھا
تمام عُمر کی ویرانیاں نہ مانگی تھیں



گھبرایا نہ سُولی سے بھی دیوانہ سا اک شخص
انگشت بہ دنداں رہا فرزانہ سا اک شخص

آنکھیں ہیں شرابی تو تبسّم ہے گلابی
تفسیرِ مئے و مینا ہے مستانہ سا اک شخص

پابندِ مراسم نہیں آزاد غمِ دل
اک فاتحِ عالم ہے وہ شاہانہ سا اک شخص

محسوس یہ ہوتا ہے کہ اپنا ہی کوئی ہے
کہنے کو تو کہلاتا ہے بیگانہ سا اک شخص

کل تک جو صراحی بہ کف و نغمہ بلب تھا
کیوں آج نظر آتا ہے ویرانہ سا اک شخص

معلوم نہیں طاہرہ، کیا نام ہے اس کا
سب لوگ اسے کہتے ہیں دیوانہ سا اک شخص



محفلِ حسیناں میں آپ کی تھی جا خالی
کُل جہانِ رعنائی جیسے ہو گیا خالی

کیفِ نکہت و نغمہ، لطفِ رقص و موسیقی
آپ کے نہ ہونے سے سب ہی کچھ رہا خالی

سوزِ دل نہ تھا کامل ورنہ حشر مچ جاتا
آہ، بے اثر کیسی؟ کیوں گئی دُعا خالی

رشکِ گل کی زینت تھے باشعور فرزانے
دار پر نظر آیا ایک منچلا خالی

مرے دل کے کیا کہنے اک چراغ ہے ایسا
جو کہ بزمِ ہستی میں رات دن جلا خالی

جی رہے ہیں جینے کو یوں تو طاہرہ ہم بھی
زندگی کا پیمانہ کب کا ہو چکا خالی



موت کیا راز ہے بتلاؤ کہ کچھ رات کٹے
گتھیاں زیست کی سلجھاؤ کہ کچھ رات کٹے

کس طرح کاٹے کوئی ایسی اندھیری راتیں
میرے سپنوں ہی میں آجاؤ کہ کچھ رات کٹے

وہ جو افسانہ سنایا تھا کبھی نظروں سے
اسی افسانے کو دہراؤ کہ کچھ رات کٹے

یہ شبِ ماہ، یہ مہکا ہوا صحنِ گلشن
کیوں نہ ایسے میں چلے آؤ کہ کچھ رات کٹے

رات خاموش مہکتا ہوا صحن گلشن!
طاہرہ سپنوں میں آجاؤ کہ کچھ رات کٹے



یہ کیا ستم ہے کسی کو کسی سے پیار نہیں
کہیں خلوص نہیں کوئی غم گسار نہیں

ہزار بار جلا، دل، مگر سحر نہ ہوئی
ہمیں زمانے سے اب کوئی انتظار نہیں

قدم قدم پہ ملیں گے گل نظر افروز
خزاں کے دور میں اندازہ بہار نہیں

ہماری شاعری بے اختیار جذبہ ہے
ہماری شاعری لفظوں کی لوٹ مار نہیں

کسی نے طاہرہ بھیجا ہے پھر پیام و سلام
ہمیں اب ایسے نشانوں پہ اعتبار نہیں



مہلتِ حُسن ہے کتنی گلِ تر سے پوچھو
زندگی رقص ہے کیا رقصِ شرر سے پوچھو

خارِ ہجراں کی کھٹک، دردِ محبت کی کسک
کسی عاشق، کسی شاعر کے جگر سے پوچھو

حُسن میں ڈوبی ہے کس درجہ ستاروں بھری رات
چشمِ فن کار کی پروازِ نظر سے پوچھو

زیست کچھ کھیل نہیں کھیل نہیں کھیل نہیں
کس طرح رات کٹی شمعِ سحر سے پوچھو

خاک مہکی سی معطر سے ہوا کے جھونکے
کون گزرا ہے مگر، راہ گذر سے پوچھو

طاہرہ، اپنا تعارف میں بھلا کیسے کروں
اہلِ دل، اہلِ قلم، اہلِ نظر سے پوچھو



بازارِ جہاں میں لالہ رُخاں کیا چاہتے ہیں کیا ملتا ہے
کچھ تو ہی بتا چشمِ نگراں کیا چاہتے ہیں کیا ملتا ہے

پیتا ہے کوئی جینے کے لئے جیتا ہے کوئی پینے کے لئے
انجام سے غافل بے خبراں کیا چاہتے ہیں کیا ملتا ہے

غنچوں کا تبسم گل کی ہنسی ہم لینے گئے تھے گلشن میں
ہے خونِ جگر آنکھوں سے رواں کیا چاہتے ہیں کیا ملتا ہے

جنّت کی طلب میں شیخِ حرم دنیا کو بناتے ہیں دوزخ
کُھل جائیگا اک دن رازِ نہاں کیا چاہتے ہیں کیا ملتا ہے

زاہد کی جبیں اور داغِ ریا، رندوں کی جبیں سجدوں کے نشاں
ہے عقلِ بشر حیراں حیراں، کیا چاہتے ہیں کیا ملتا ہے

اے طاہرہ، ہم نے بھی تو کبھی اک سُندر سپنا دیکھا تھا
تعبیر ملی، رنجِ دوراں، کیا چاہتے ہیں کیا ملتا ہے

٢١٥



ان کا لطف و کرم رہے نہ رہے
یادگارِ ستم رہے نہ رہے

آج تک غم رہا ہے مونسِ جان
کیا خبر کل یہ غم رہے نہ رہے

آپ کی بزم خود ہی جنّت ہے
اس کا کیا غم کہ ہم رہے نہ رہے

دل تو روتا ہے چھُپ کے سینے میں
آنکھ ظاہر میں نم رہے نہ رہے

کعبہ بھی بُت کدے کا مظہر ہے
اس میں کوئی صنم رہے نہ رہے

موت سے کیوں نہ کھیلیں جی بھر کے
طاؔہرہ ، یہ جنم رہے نہ رہے

یہ کائنات مگر محفلِ حبیب نہیں
کہیں بھی جاؤں میں تنہا نہیں غریب نہیں

دلِ عوام نے اکثر مجھے پکارا ہے
یہ وہ مقام ہے شاہوں کو بھی نصیب نہیں

میں ایک شاعرِ شوریدہ سر سہی لیکن
فریب و مکرِ تقدّس مرے قریب نہیں

مجھے گناہ سے نفرت گناہ گار سے پیار
مری نگاہ میں انسان بدنصیب نہیں

نفس نفس مرا مہکا ہے بوئے الفت سے
کوئی عدو نہیں میرا کوئی رقیب نہیں

کسی نے طاہرہ منہ پھیر کے سلام لیا
یہ التفاتِ تجاہل مگر عجیب نہیں



یاد تمہاری صبحِ بہاراں
پھر بھی ہیں پلکیں بوجھل لرزاں

صحرا صحرا ، ویراں ویراں
سی لیا میں نے چاکِ گریباں

آپ ہیں زینتِ شاخِ گلستاں
کانٹوں میں اُلجھا میرا داماں

خُوگرِ غم ہوں میں تو ازل سے
آپ نہ ہوں للّٰہ پشیماں

کتنا ہے آساں توڑنا دل کا
ترکِ محبت یوں نہیں آساں

پوچھو نہ مجھ سے میری کہانی
میں ہوں خود اپنا خوابِ پریشاں



آتما مندر گھُپ اندھیارا
کعبۂ دل ہے ویراں ویراں

کھوٹ ہے دل میں لب پہ تبسم
آج کا انساں نام کا انساں

آپ مگن ہوں اپنی دمک سے
چاند نہ جانے فصلِ زمستاں

اب کسے ڈھونڈوں اب کسے پاؤں
میں بھی ہوں حیراں وہ بھی ہیں حیراں

دل کی ہے محفل زخموں سے جگمگ
خوب مناؤ جشنِ چراغاں

طاہرہ اپنی ذات سے ہٹ کر
کچھ تو سنوارو گیسوئے دوراں



چاہت کے باوجود نہ اونچی ہوئی نظر
اک آدمی ہے ہائے فرشتہ کہیں جسے

دردِ فراق ہے وہ عطیہ کہ بے جھجک
روزِ ازل سے اپنا نوشتہ کہیں جسے

پوچھو نہ میرا نام ونشاں اہلِ کارواں
اک ایسا آئینہ ہوں شکستہ کہیں جسے

وہ مجھ سے دُور رہ کے بھی ہے اس قدر قریب
دائم رواقِ دل میں نشستہ کہیں جسے

باقی ہیں چند یادیں سلگتی سی آج بھی
سرمایۂ حیات برشتہ کہیں جسے

ذوقِ سلیم ہر کس وناکس کا حق نہیں
عنقا ہے ہاں مذاق خجستہ کہیں جسے

یوں میری سرگزشت گزیدہ نہ طاہرہ
لکھنا ہے لکھو خوں سے گزشتہ کہیں جسے



شوخیٔ تقدیر دیکھو چارہ گر پتھر ہوئے
میرے ساتھی میرے سنگی عمر بھر پتھر ہوئے

پتھروں کے شہر میں کس کو سناؤں حالِ دل
کتنے ہی خوش رنگ ہوں پتھر مگر پتھر ہوئے

میں نے اپنے دل میں پتھر رکھ لیا کچھ سوچ کر
راہزن تو راہزن جب راہبر پتھر ہوئے

پتھروں سے میرا رشتہ اس قدر ہے استوار
پھول بھی آئے کہیں جو میرے گھر پتھر ہوئے

کون کرتا دستگیری کون کس کا تھا ندیم!
راستے میں زندگی کے ہم سفر پتھر ہوئے

گل فشاں تھے بزم میں موجِ بہاراں کی طرح
دفعتاً میری طرف جب کی نظر پتھر ہوئے

پتھروں سے طاہرہ کیسے کرے کوئی گریز
بت کدہ ہو یا ہو کعبہ جلوہ گر پتھر ہوئے



باقی نہ کوئی غم رہا غم اس قدر ملے
اب ہے یہی دعا نہ کوئی چارہ گر ملے

ان کی نگاہِ ناز سے جب سے نظر ملی
ایمان و دیں کے مسئلے زیر و زبر ملے

کچھ اس میں لطفِ خاص ہے کچھ اور ہی ہے شان
ناکامیوں کے بعد جو فتح و ظفر ملے

رنگینیٔ حیات کا مقصد یہی ہے دوست
جامِ مئے نشاط میں خونِ جگر ملے

مدت سے تھی تلاش کسی خضرِ راہ کی
جو بھی ملے ہماری طرح بے خبر ملے

اکثر ادیب و شاعر و فن کار دہر میں
آشفتہ سر، طپیدہ جگر، در بدر ملے

حصہ نہیں یہ ہر کس و ناکس کا طاہرہ!
یہ ہے خدا کی دین جو ذوقِ نظر ملے



نذرِ مخدومؔ

کیوں بُلا بھیجا ہے پھولوں نے گلستانوں سے
بس گیا جو، وہ پلٹتا نہیں ویرانوں سے

دل لگی سوجھی ہے پھر بادِ صبا کو شاید
نکہتیں لائی ہے بھولے ہوئے افسانوں سے

ظلمتوں ہی کے سبب نُور ہوا تھا پیدا
ہے اُجالا انھیں بھٹکے ہوئے انسانوں سے

آپ ہیں خندۂ گُل، صبحِ بہاراں کی بہار
کوئی نسبت ہی نہیں چاکِ گریبانوں سے

اپنے اپنوں ہی پہ کرتے ہیں کرم فرمائی
کچھ اُمیدیں ابھی وابستہ ہیں بیگانوں سے

طاہرہ اپنی پسند، اپنی نظر، اپنا خیال
دلِ مجنوں کو کشش کیوں ہے بیابانوں سے



نہیں ملتا سکون کا مسکن
زندگی روز روز کی اُلجھن

ترکِ دنیا نہیں مگر آساں
یہ زلیخا نہ چھوڑے گی دامن

کبھی اک پھول میں نے توڑا تھا
آج تک نوکِ خار کی ہے چُبھن

اپنے ہی آپ سے ہوں سرگرداں
خود مری ذات خود مری دشمن

کس قدر اجنبی سا چہرہ ہے
سخت حیراں ہوں دیکھ کر درپن

آشیاں میرا جل چکا کب کا
کیا کروں یادِ رنگ و بوئے چمن

اہلِ دل اب بھی چند باقی ہیں
طاہرہ، زندہ باد ارضِ دکن!



مسلسل تلخیاں ہی تلخیاں ہیں میرے حصّے میں
ازل سے بے سرو سامانیاں ہیں میرے حصّے میں

جہاں میں یوں تو پھولوں کے بھی ہیں انبار، جادوں میں
مگر پُرخار ہی سب وادیاں ہیں میرے حصّے میں

گریباں چاک، بکھرے بال، دامن خاک آلودہ
جُنوں کی کُل پریشاں حالیاں ہیں میرے حصّے میں

بہا کرتے ہیں اکثر اشک بن کر پارہ ہائے دل
شفق کی طرح خوں آشامیاں ہیں میرے حصّے میں

تڑپنا، آہ بھرنا، گنگنانا، دشتِ پیمائی
دلِ شاعر کی کچھ رنگینیاں ہیں میرے حصّے میں

سکون و عیش کا جینا ہے مرگِ اہلِ دردِ دل
خدا کا شکر ہے بے تابیاں ہیں میرے حصّے میں

جھکایا سر نہ ہیں نے طاہرہ، پامال ہو کر بھی
یہ کیا کم ہے بلند اقبالیاں ہیں میرے حصّے میں



جانے کیوں بیٹھے بٹھائے خود ہی جل جاتے ہیں لوگ
بات یوں کرتے ہیں جیسے آگ برساتے ہیں لوگ

اپنی یادیں بھیج دیتے ہیں ستانے کے لیے
کیوں مری محفل میں آخر خود نہیں آتے ہیں لوگ

قدر جیتے جی نہیں ہوتی، یہی دستور ہے
گُن گِنے جاتے ہیں اکثر جب کہ مر جاتے ہیں لوگ

ایک بھی حرفِ تسلّی باعثِ تسکیں نہیں
کس لیے آ آ کے میرے دل کو بہلاتے ہیں لوگ

چھیڑتے ہیں کیوں مری محرومیوں کی داستاں
میرے زخموں پر نمک پاشی سے کیا پاتے ہیں لوگ

مدّتوں سے زُلفِ گیتی اُلجھنوں کا ہے شکار
اس کو سلجھانے کے بدلے اور اُلجھاتے ہیں لوگ

طاہرہ، ہم کو شکستِ خواہش پر بھی غم نہیں
کامیابی پر ذرا سی کتنا اِتراتے ہیں لوگ



کل رات میرے خواب میں آکر چلے گئے
خود مسکرا کے مجھ کو رُلا کر چلے گئے

میں نے تو اُن کو بڑھ کے بُلایا نہ تھا کبھی
وہ خود ہی آئے خود ہی وہ آکر چلے گئے

یہ تو نہیں ہے یاد کہ کیا گفتگو ہوئی
ہاں، زیرِ لب، غزل سی سُنا کر چلے گئے

خوش رنگ پیرہن کی پھبن زُلف کی مہک
اطراف جیسے پھول کھلا کر چلے گئے

نظروں میں پیار بھی تھا عداوت بھی اور گلہ
ہلچل سی میرے دل میں مچا کر چلے گئے

میں نے کیا تھا عہد نہ اُن سے کبھی ملوں
میرا مگر مذاق اُڑا کر چلے گئے

ڈھایا ستم ہے طاہرہ پھر اُن کی یاد نے
ہائے وہ کیسا جادو جگا کر چلے گئے



رُسوا ہوئے، مَر مَر کے جیئے آپ کی خاطر
کیا کیا نہ جتن ہم نے کئے، آپ کی خاطر

پھولوں کے بھی انبار تھے گلزارِ جہاں میں
آغوش میں کانٹے ہی لئے آپ کی خاطر

شکوہ نہ شکایت نہ کبھی آہ نہ نالہ!
بُت بن گئے، لب اپنے سیئے آپ کی خاطر

لبریز تھے جو خون سے خود دل کے ہمارے
ایسے بھی کئی جام پیئے، آپ کی خاطر

کیا کیا نہ گوارا کیا، کیا کچھ نہ سہے غم
دشنام نہ دشمن کو دیئے آپ کی خاطر

معلوم ہے ہم کس طرح دُنیا سے سدھارے
سینے میں کئی داغ لئے آپ کی خاطر

کیوں طاہرہ، بڑھتا گیا قسمت کا اندھیرا
روشن کئے سو بار دیئے آپ کی خاطر



(نذرِ مخدوم)

زندگی نار بھی، زندگی نور بھی، زندگی ہے عجب داستاں دوستو
زندگی کا معمہ نہ حل ہو سکا کوششیں سب ہوئیں رائگاں دوستو

زندگی جو بھی ہے قیدِ دائم نہیں اس کی مدت بھی ہے اس کا مقصد بھی ہے
ہے غنیمت یہ دم مسکرالو ذرا، فرصتِ زندگی پھر کہاں دوستو

پہنے پائل عروسِ بہار آگئی رنگ و نکہت کا طوفاں جلو میں لئے
یاد میں پھر کسی کی تڑپتا ہے دل آج آنکھیں ہیں پھر خونچکاں دوستو

آسماں، رفعتیں سب ہیں زیرِ قدم دل میں عزمِ سفر ہو اگر موجزن
کیوں نہ آگے بڑھیں شادماں منتظر کب سے ہے کہکشاں دوستو

تیر و نشتر لگے، غم سہے چپ رہے خونِ دل کے سدا ہم نے پیالے پیے
کچھ نہ پوچھو کہ کیسے کٹی زندگی، الاماں الاماں دوستو

شب کی آغوش میں صبح پلتی ہے کیوں، کیوں اجالوں میں رہتی ہیں پرچھائیاں
کس سے پوچھے کوئی رازِ، رازِ نہاں کون سلجھائے یہ گتھیاں دوستو

دشت پرنا ہے یہ گلستاں نہیں ظاہرہ پھر بھی یوں کہہ رہا ہے کوئی
"زندگی موتیوں کی ڈھلکتی لڑی، زندگی رنگِ گل کا بیاں" دوستو



نشترِ غم کی چبھن ہو تو غزل ہوتی ہے
دل کے زخموں میں جلن ہو تو غزل ہوتی ہے

دین و دنیا کے جھمیلوں سے بکھیڑوں سے پرے
کوئی اپنے میں مگن ہو تو غزل ہوتی ہے

چاندنی رات کی تنہائی خواب آگیں میں
مہکا مہکا سا چمن ہو تو غزل ہوتی ہے

چشمِ فن کار سے دیکھے کوئی دنیا کی طرف
حُسن کے دل میں لگن ہو تو غزل ہوتی ہے

یوں تو ہونٹوں کا تبسم بھی ہے اک قوسِ قزح
ان کے ماتھے پہ شکن ہو تو غزل ہوتی ہے

گنگناتا ہے کوئی وجد میں آتا ہے کوئی
محفلِ اہلِ سخن ہو تو غزل ہوتی ہے

صبحِ کشمیر بھی بے کیف سی ہوتی ہے مگر
طاہرہ، شامِ دکن ہو تو غزل ہوتی ہے



افسانۂ حیات کا عنواں بنے ہیں ہم
بزمِ جہاں میں شمعِ فروزاں بنے ہیں ہم

ویرانیٔ دوام کا عالم نہ پوچھیے
مر کر کبھی گردِ خاکِ بیاباں بنے ہیں ہم

ظاہر میں غم نصیب ہیں لیکن ہیں خوش نصیب
دل کی شکست ہی سے تو انساں بنے ہیں ہم

جھکتے نہیں سکندر و دارا کے سامنے
شانِ قلندری کے نگہباں بنے ہیں ہم

جچتا نہیں نگاہ میں جامِ جہاں نما
کہنے کو گرچہ بے سر و ساماں بنے ہیں ہم

شعلوں میں زندگی کے ملی اور زندگی
آتش نواء بہار بداماں بنے ہیں ہم

ہم طاہرہ، عظیم ہیں ہم فخرِ کائنات
جو فاتحِ خلا ہے وہ انساں بنے ہیں ہم

۲۳۱



(نذرِ ہماورما)

بے جگر، تیشہ بہ کف، برقِ تپاں ہیں کچھ لوگ
"عہدِ پیری میں بھی اسے زورِ جواں ہیں کچھ لوگ"

نوحہ خواں خاک بسر تشنہ لباں ہیں کچھ لوگ
نغمہ زن، رقص کناں بادہ کشاں ہیں کچھ لوگ

نہ پتہ اپنا بتایا نہ کوئی خط بھیجا
سنگ دل، باعثِ غم، آفتِ جاں ہیں کچھ لوگ

غمِ دوراں میں مگن، فرقتِ جاناں میں مگن
تلخیٔ زیست پہ یوں خندہ کناں ہیں کچھ لوگ

کچھ تو ایسے ہیں جو ظلمت کے سوا کچھ بھی نہیں
نور ہے رنگ ہے نکہت ہے جہاں ہیں کچھ لوگ

ابھی پاتال سے باہر نہیں نکلے کتنے
ماہ سے آگے بھی پرواز کناں ہیں کچھ لوگ

طاہرہ، اب بھی دکن مرکزِ فکر و فن ہے
اہلِ دل اہلِ نظر اہلِ زباں ہیں کچھ لوگ



تم چلے آئے ہو کیوں پھر دلِ ویراں کے قریب
کہیں رہتی ہے، بہاراں بھی بیاباں کے قریب

خیر ہو خیر، بھیانک تو بڑا تھا سپنا
شعلے اُٹھتے ہوئے دیکھے ہیں گلستاں کے قریب

ابر بھی چھایا، ہوائیں بھی چلیں، گُل بھی کھِلے
پھر بھی پہنچے نہ مرے ہاتھ گریباں کے قریب

ہائے یہ کنجِ قفس اور یہ خُوش بوئے چمن
قاصدِ گُل تو نہیں ہے درِ زنداں کے قریب

یہ بھی کچھ خارِ مغیلاں کی عنایت کم ہے
کون آتا ہے کسی خاک بداماں کے قریب

جن کے سینے میں دھڑکتا ہے دلِ نغمہ و شعر
وہ رہا کرتے ہیں اکثر غمِ دوراں کے قریب

طاہرہ! آمدِ ہنگامِ مسیحا تو نہیں
درد بڑھ جاتا ہے کچھ اور بھی درماں کے قریب



آنکھیں جو کھلیں دل کی تو کیا کیا نظر آیا
ہر ذرّے میں انداز انوکھا نظر آیا

سُورج کی کرن بنتِ قمر نام تھے اپنے
آئینہ جو دیکھا تو اندھیرا نظر آیا

گُلفام قباؤں میں ملے کتنے ہی کانٹے
کانٹوں میں بہاراں کا نظارہ نظر آیا

ایسا بھی ہوا ہے کبھی تاریکیٔ شب میں
نقشِ قدمِ دوست چمکتا نظر آیا

یہ دَور بھی کیا دَور ہے بے کیفیٔ دل کا
مجنوں نہ کہیں ناقۂ لیلیٰ نظر آیا

یہ دوست وہ دشمن ہے یہ اچھا وہ بُرا ہے
آنکھیں جو کھلیں نظروں کا دھوکا نظر آیا

اب طاہرہ، دنیا میں کروں کس پہ بھروسہ
اپنا تھا جو وہ بھی تو پرایا نظر آیا



نہ تو دیر میں ٹھکانا، نہ حرم کے ہوں میں قابل
تو جہاں ہے بس وہاں ہے میری بندگی کی منزل

مجھے کچھ خبر نہیں ہے کہ حیات و موت کیا ہے
تو ہی جانِ زندگی ہے تو ہی زندگی کا حاصل

ہے غضب کی میری جرأت کہ لگایا تجھ سے ناطہ
مرا عشق نامکمل، ترا حُسن، حُسنِ کامل

ہیں بلندیاں بھی چھوتی کبھی جھک کے پستیوں کو
تجھے تیری ہی قسم ہے کبھی مجھ سے تو بھی آ مل

تو اگر دکھادے جلوہ، تو نقاب اگر پلٹ دے
وہ خدا کا ہوگا قائل جو نہ ہو خدا کا قائل

مجھے کون پھر سنبھالے جو نہ تو کرے توجہ
مرے جاں ستاں مسیحا، مرے دل نواز قاتل

نہ تو فکرِ چارہ سازی نہ کوئی پیامِ شیریں
کبھی اک نظر ادھر بھی دلِ طاہرہ ہے بسمل



حشر تک تیری جستجو ہوگی
عمر بھر تجھ سے گفتگو ہوگی

تیری نظروں سے جب ملے گی نظر
کچھ ادھوری سی گفتگو ہوگی

کس نے تڑپا دیا یکایک پھر
یادِ محبوب، صرف تو ہوگی

وہ جو آئیں تو خارزاروں میں
مجلسِ نور و رنگ و بو ہوگی

رنگ لائے گا میرا خونِ جگر
یہ کہانی تو کو بہ کو ہوگی

موت سے ہوگی جب ہم آغوشی
زندگی خوب زرد رو ہوگی

طاہرہ، چھا گیا ہے جو دل پر
دل میں اس کی ہی جستجو ہوگی



ذکر و فکرِ جمالِ یار کروں
بُت پرستی مگر شعار کروں

مجھے دُنیا سے اب تعلق کیا
کیوں زمانے کو سازگار کروں

کیا یہی ان کا مشورہ ہے ہنوز
دل کو کچھ اور داغ دار کروں

سارا عالم شکار ہے جس کا
کاش میں خود اسے شکار کروں

میرا دامن تو چاک ہے کب سے
تیرا دامن بھی تار تار کروں

اک طرف کعبہ اک طرف وہ خود
کونسی راہ اختیار کروں

طاہرہ، دل پہ جو گزرتی ہے
نہیں ممکن کہ آشکار کروں



یاد میں اشک بہاؤں یہ ضروری تو نہیں
پیار کا سوانگ رچاؤں یہ ضروری تو نہیں

بِن سُنائے ہوئے سُن لیتے ہیں سُننے والے
داستاں اپنی سناؤں یہ ضروری تو نہیں

کس قدر شوق سے بھیجا ہے انھیں میں نے سلام
ان کا پیغام میں پاؤں یہ ضروری تو نہیں

کعبہ اللہ کا گھر بھی ہے بتوں کا گھر بھی
اک نیا کعبہ بناؤں یہ ضروری تو نہیں

روٹھنے والوں کا انداز ہے روٹھے رہنا
بار بار ان کو مناؤں یہ ضروری تو نہیں

ساری دنیا کے الم، سارے زمانے کے ستم
تا دمِ مرگ اُٹھاؤں یہ ضروری تو نہیں

اہلِ دل طاہرہ پہچان ہی لیتے ہیں مجھے
نام میں اپنا بتاؤں یہ ضروری تو نہیں



رہتے ہیں اہلِ دل ہی سدا سوزِ غم میں قید
مجنوں ہے وشت میں تو ہے لیلیٰ حرم میں قید

کس درجہ دلکشی ہے ہیں قید و بند سے
کر بیٹھے لامکاں کو بھی شکلِ صنم میں قید

تسخیرِ کائنات کے دعوے لئے ہوئے
انسانیت ہنوز ہے دَیر و حرم میں قید

جو تھے تلاش میں کسی اونچی اڑان کے
پائے گئے ہیں وہ بھی خود اک آشرم میں قید

اس ہم سے ہٹ کے دیکھئے دُنیا کو گاہ گاہ
کب تک رہیں گے طاہرہ ہم یونہی ہم میں قید



غضب ہے پھر مرے خوابوں میں آ رہے ہو تم
سکونِ ضبط کی دیوار ڈھا رہے ہو تم

یہ انتقام تمہارا بڑا ہی قاتل ہے
دوبارہ کیوں مری ہستی پہ چھا رہے ہو تم

وہ تیر ہوں جو کماں سے نکل چکا کب کا
جو جا چکا ہے اسے کیوں بُلا رہے ہو تم

مجھے نہ یاد کرو سُن لو التجا میری
خود اپنے جام میں تلخی ملا رہے ہو تم

خدا کے واسطے دامن کو میرے چھوڑ بھی دو
یہ کیا ستم ہے کہ پھر پاس آ رہے ہو تم

مجھے تو شکوہ شکایت نہیں ذرا تم سے
کِسے وفا کا فسانہ سُنا رہے ہو تم

پناہ اب نہ گلستاں میں ہے نہ صحرا میں
سُنا ہے ساتھ بہاراں کے آ رہے ہو تم

تمہارے لطف سے دل طاہرہ کا روتا ہے
غموں کو اور بھی اس کے بڑھا رہے ہو تم

O



آپ کی یاد ہی بندگی بن گئی
جستجو آپ کی روشنی بن گئی

آپ کیا آ گئے انقلاب آ گیا
رات تاریک تھی چاندنی بن گئی

اُف یہ مژدہ دل پھر دھڑکنے لگا
شاخ سُوکھے شجر کی ہری بن گئی

آپ نے مُسکرا کے جو دیکھا اِدھر
زندگی بن گئی، زندگی بن گئی

تلخیوں میں بھی اب لطف آنے لگا
کشمکش زیست کی دل لگی بن گئی

حاصلِ زندگی آپ کی دوستی
آپ کی دوستی ، زندگی بن گئی

بزم میں آپ نے کیا پکارا مجھے
لیجئے اک کہانی نئی بن گئی

اس ستمگر نظر کا اثر یہ ہوا
ظاہرہ ، بات بگڑی ہوئی بن گئی

○



مت قہقہے لگاؤ، مرا دل اُداس ہے
گر ہو سکے رُلاؤ، مرا دل اُداس ہے

داغوں سے بھی تو بزم چراغاں نہ ہو سکی
شمعیں نئی جلاؤ، مرا دل اداس ہے

چھیڑو نہ میری اجڑی محبّت کی راگنی
مجھ پر ستم نہ ڈھاؤ، مرا دل اُداس ہے

وہ جام جس میں خونِ تمنّا کی ہو جھلک
میری طرف بڑھاؤ، مرا دل اُداس ہے

جاؤ خدا کے واسطے، یادوں کے قافلو
اب اور مت ستاؤ، مرا دل اُداس ہے

بھیجوں کِسے پیام و سلام نیاز و شوق
اے مدھ بھری ہواؤ، مرا دل اُداس ہے

جو آگ سی لگا دے جمودِ حیات میں
ایسی خبر سناؤ، مرا دل اُداس ہے

اُن سے یہ کہہ دو طاہرہ، دل وہ نہیں جو تھا
اب آؤ یا نہ آؤ، مرا دل اُداس ہے

O



بھلا وہ آنکھ کیا جو نم نہیں ہے
وہ دل کب دل ہے جس میں غم نہیں ہے

گیا لُطفِ حیاتِ عاشقانہ
کسی کی زُلف اب برہم نہیں ہے

اگرچہ زیست ہے دردِ مُسلسل
ہمارا بھی تبسم، کم نہیں ہے

بناؤں کیا سمجھ کر آشیانہ
گلستاں خود بھی مستحکم نہیں ہے

یہ زخمِ دل ہے زخمِ دل ہے اے دوست
کہیں اس زخم کا مرہم نہیں ہے

گرا ہے نرگسِ شہلا سے موتی
یہ اشکِ ہجر ہے، شبنم نہیں ہے

رہے زندہ دلی میری سلامت
ہزاروں غم ہیں پھر بھی غم نہیں ہے

نہ جانے طاہرہ کیوں بزمِ دل میں
تمناؤں کا اب ماتم نہیں ہے





نہ جانے آئے ہیں یہ کس کی انجمن کے چراغ
بھڑک اٹھے ہیں خوشی سے جو میرے من کے چراغ

یہ تُو تھا جس نے بکھیرا تھا نُور راہوں میں
جلائے تو نے ہی تھے میرے فکر و فن کے چراغ

طلوعِ ماہ، دھکتی شفق، گلِ رنگیں!
کوئی بتائے یہ ہیں کس کے بانکپن کے چراغ

خبر ہے کیسے سجایا ہے، دل کا ویرانہ
جلائے ہیں تری یادوں سے انجمن کے چراغ

سحر قریب ہے یزداں کی سرحدیں ہیں قریب
بجھے بجھے نظر آتے ہیں اہرمن کے چراغ

یہ دُوریاں یہ فراق اور یہ فاصلے کب تک
کبھی نہ ہوں گے فروزاں مگر ملن کے چراغ

بہت اُداس ہوں دل تنگ ہوں پریشاں ہوں
جلا دیجئے ایسے میں خوشبوئے پیرہن کے چراغ

ہمارا نام بھی ہے ، خادمانِ اُردو میں
جلائے ہم نے بھی ہیں طاہرہ سخن کے چراغ